1

العُروۃُ فِی مَناسِکِ الحَجّ و العُمرَۃ

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ دہم)

تالیف

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:32439799

نام کتاب : العُروۃُ فِی مَناسِکِ الحَجّ وَ العُمرَۃ "فتاویٰ حج وعمرہ"

تصنیف : شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

تصحیح ونظر ثانی : مفتی محمد شہزاد قادری عطاری و متخصصین فی الفقہ

سن اشاعت : رمضان المبارک 1438ھ۔جون 2017ء

سلسلۂ اشاعت نمبر : 278

تعداد اشاعت : 5500

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

علماء اہلسنت کی کتب PDF میں
حاصل کرنے کیلئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن
کریں
https://t.me/tehqiqat
گوگل سے ڈاؤن لوڈ کرنے لئے
https://
archive.org/details/
@zohaibhasanattari

طالب دعا زوہیب حسن عطاری

فہرست مضامین

قربانی

عذر

تمتع

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اِس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رُجوع کرتے ہیں مناسکِ حج وعمرہ کی تربیت کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتُب فقہ خصوصاً مناسک حج و عمرہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اِس سے عاجز ہوتے ہیں، اور ایسی صورت میں بعض تو اپنے قیاس سے مسائل بتا دیتے ہیں حالانکہ مناسک حج وعمرہ توقیفی ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیر اہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ تربیت حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں، اِسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کہ جن کے لئے ہم نے خود بھی اپنے ادارے میں قائم دارالافتاء کی جانب رُجوع کیا تھا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء اور ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء کے سفر حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر

فرمائے ۔پھر ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۸ءاور ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء کے سفرِ حج میں اور کچھ کراچی میں مزید فتاویٰ تحریر ہوئے ،اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسک حج وعمرہ اوراس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیااور اُن میں سے جن کی اشاعت کوضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور چھ حصے اس سے قبل شائع کئے جو ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ءتک کے فتاویٰ تھے بعد کے فتاویٰ کو جب جمع کیا گیا تو ضخامت کی وجہ سے اُن میں سے کچھ فتاویٰ حصہ ہفتم میں ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ءپھر حصہ ہشتم ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ءمیں شائع کئے گئے اور پھر حصہ نہم میں ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ءاور ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۴ء کے فتاویٰ ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۵ءمیں شائع کئے ۔اب ۱۴۳۷/ ۲۰۱۵ءکہ جس میں مفتی صاحب قبلہ کسی مجبوری کی وجہ سے حج کے لئے نہ جاسکے لیکن لوگ فون پر اور نیٹ پر ان سے یا حاجیوں کے عزیز جو کراچی میں تھے وہ بالمشافہ ان سے رابطہ کر کے مسائل حج معلوم کرتے رہے آپ کچھ زبانی دیئے اور کچھ تحریری جوابات لکھتے رہے وہ فتاویٰ اور ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ءمیں دوران حج لکھے گئے فتاویٰ کو ترتیب دیا گیا۔جس میں مفتی محمد شہزاد قادری عطاری نے تخصص فی الفقہ کی جماعت کے ساتھ ان فتاوی کی نصوص کی تصحیح اور نظر ثانی فرمائی اور فتاویٰ کو مفتی محمد شہزاد اور تحریر فتوی کی تربیت حاصل کرنے کے لئے آنے والے علماء کرام نے ٹائپ کیا اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اس طرح دو حصے دسواں اور گیارھواں تیار ہوئے

جن میں سے دسواں حصہ اس ماہ یعنی جون میں ''جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان'' اپنے سلسلۂ اشاعت کے ۲۷۸ ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے ۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے ۔آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

العُروۃُ فِی مَنَاسِكِ الحَجِّ و العُمْرَة

فتاویٰ حج و عمرہ

عمرہ

قرض لے کر عمرہ ادا کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ قرض سے عمرہ ادا کرنے کا کیا حکم ہوگا، کئی لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اس طرح کرتے ہیں اوران کے بارے میں لوگ دوطرح کی رائے رکھتے ہیں، کچھ لوگ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ قرضہ لے کر عمرہ ادا کرنے سے عمرہ نہیں ہوگا جب کہ دوسروں کا خیال یہ ہے کہ عمرہ ادا ہوجائے گا، اب ان دونوں قسم کے لوگوں میں کن کا قول درست ہے؟

(السائل: محمد ریحان، کھارادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فریق اول کی یہ بات غلط ہے کہ ''قرض لے کر عمرہ ادا کرنے سے عمرہ ادا نہیں ہوتا''، قرض لے کر کیا گیا عمرہ ادا ہوجاتا ہے، لیکن ایسا کرنا محمود نہیں ہے کیونکہ عمرہ فرض یا واجب نہیں ہے کہ جس کے لئے بارِ قرض اُٹھایا جائے اور بلاضرورت شرعیہ سوال ممنوع ہے، ہاں اگر سوال کئے بغیر کوئی کچھ دے دے تو اُس کے لینے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ دونوں نیک نیّت کے باعث ثواب پائیں گے چنانچہ امام اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ ''صحیح البخاری'' و''صحیح مسلم'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کچھ عطا بھیجی، انہوں نے واپس حاضر کی کہ حضور نے ہمیں حکم دیا تھا کہ کسی سے کچھ نہ لینے میں بھلائی ہے، فرمایا یہ بحالت سوال ہے اور جو بے سوال آئے وہ تو ایک رزق ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے تجھے بھیجا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی: واللہ اب کسی سے کچھ سوال نہ کروں گا اور بے سوال جو چیز آئے گی لے لوں گا۔(۱)

۱۔ فتاویٰ رضویہ، کتاب الزکاۃ، سوال کسے جائز ہے کسے نا جائز، مسئلہ(۱۰۱) ۱۰/۳۰۳

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی حنفی متوفی ۱۳۶۰ھ ارشادِ ربانی ''خیر الزاد التقویٰ'' کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: بعض یمنی حج کے لئے بے سروسامانی کے ساتھ روانہ ہوتے تھے اور اپنے آپ کو مُتوکّل کہتے تھے اور مکہ مکرمہ پہنچ کر سوال شروع کردیتے تھے اور کبھی غصب وخیانت کے بھی مرتکب ہوتے، اُن کے بارے میں آیہ کریمہ نازل ہوئی اور حکم ہوا توشہ لے کر چلو اوروں پر بار نہ ڈالو، سوال نہ کرو کہ بہتر توشہ پرہیزگاری ہے۔(۲)

اس لئے قرض سے ہر ممکن احتراز لازم ہے ضرورتِ شدیدہ کے علاوہ یہ بار اپنے اوپر نہیں لادنا چاہئے کیونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جسے امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے روایت کیا کہ

حدثنا عبد اللّٰہ بن یزید، حدثنا بن أبی أیوب قال سمعت رجلاً من قریش یقال لہ: أبو عبد اللّٰہ کان یجالس جعفر بن ربیعۃ قال: سمعت أبا بردۃ الأشعری یحدث ین أبیہ، عن النبی ﷺ قال: إن أعظم الذنوب عند اللّٰہ عزّوجلّ أن یلقاہ عبد بھا بعد الکبائر التی نھی أن یموت الرجل و علیہ دین لایدع قضاء (۳)

یعنی، کبیرہ گناہ جن سے اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی ہے اُن کے بعد عند اللہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے اُوپر دَین (قرض) چھوڑ کر مرے اور اُس نے اُس کی ادائیگی کے لئے کچھ نہ چھوڑا ہو۔

اور امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی روایت کرتے ہیں:

قال سمعت نمرۃ بن عبد اللہ یقول سمعت عبد اللہ بن عمر یقول قال رسول اللہ صلی علیہ و سلم، لایزال الرجل یسال الناس حتی یأتی یوم القیامۃ لیس فی وجھہ مزعۃ لحم (٤)

۲۔ خزائن العرفان، سورۃ البقرۃ، آیت نمبر ۱۹۶

۳۔ المسند للإمام أحمد ٤/۳۹۲

٤۔ الجامع لشعب الإیمان، باب فی الزکاۃ فصل: "فی الاستعفاف عن المسألۃ برقم: ۱۵۷/۵

یعنی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کوئی لوگوں سے سوال کرے حالانکہ نہ اُسے فاقہ پہنچا ہو اور نہ اُس کے اتنے بچے ہوں کہ جن کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ قیامت کے روز اس طرح آئے گا کہ اُس کے چہرے پر گوشت نہ ہوگا۔

اس لئے عمرہ کے لئے قرض لینے، لوگوں سے سوال کرنے سے بچے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا رہے اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں فریاد کرتا رہے کہ غیب سے انتظام ہو جائے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥م F-966

رمضان میں عمرہ ادا کرنا افضل ہے یا حج کے مہینوں میں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج کے مہینوں میں عمرہ افضل ہے یا رمضان میں؟ جب کہ لوگوں میں رمضان میں عمرہ کی فضیلت مشہور ہے اور نبی کریم ﷺ سے رمضان میں عمرہ ادا کرنا ثابت نہیں ہے اور حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا ثابت ہے۔

(السائل: محمد صادق)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: سب سے پہلے یہ بات ذہن میں رہے کہ ہمارے مذہب میں قول فعل پر راجح ہوتا ہے چنانچہ علامہ اسعد محمد سعید ساغرجی حنفی لکھتے ہیں:

والدليل القولي مقدم عندنا على الفعلي (٥)

یعنی، ہمارے نزدیک دلیل قولی (دلیل) فعلی پر مقدم ہوتی ہے۔

اور اشہرِ حج میں عمرہ افضل ہے یا ماہِ رمضان میں اس کے بارے میں علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ٩٧٠ھ لکھتے ہیں:

واختلفوا في فضل أوقاتها فبالنظر إلى فعله عليه السلام فأشهر

٥۔ التيسير في الفقه الحنفي، ص ٦٣٣

الحج أفضل، و بالنظر إلى قوله فرمضان أفضل للحديث الصحيح "عمرة في رمضان تعدل حجة" (٦)

یعنی، علماء کرام نے عمرہ کی فضیلت والے اوقات میں اختلاف کیا ہے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے فعل مبارک کی طرف نظر کرنے سے اشہرِ حج افضل ہیں اور آپ ﷺ کے مبارک قول کی طرف نظر کرنے سے رمضان افضل ہے حدیث صحیح کی وجہ سے کہ رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔

رمضان شریف میں عمرہ کی فضیلت پر احادیث کُتبِ حدیث میں مذکور ہیں چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ لکھتے ہیں:

" فإن عمرة في رمضان حجة۔" (٧)

یعنی: رمضان میں عمرہ حج ہے۔

امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ٢٦١ھ لکھتے ہیں:

فعمرةٌ في رمضان تقضي حجّةً أو حجةً معي ۔" (٨)

یعنی: رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے یا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے:

فإن عمرة فيه تعدل حجة۔" (٩)

یعنی: بے شک رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔

لہٰذا ہمارے اُصول کے مطابق رمضان شریف کا عمرہ اشہرِ حج میں عمرہ سے افضل ہے۔

٦۔ البحر الرائق، كتاب الحج، باب الفوات، تحت قوله: و تصحيح في السنة و تكره الخ، المجلد الثالث، ١٠٣٠ تا ١٠٤

٧۔ صحيح البخاري، كتاب العمرة، باب العمرة في رمضان، برقم: ١٧٨٢، ص: ٢٨٦

٨۔ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب في فضل العمرة في رمضان، برقم: ٣٠١٤، ص: ٥٨٤

٩۔ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب في فضل العمرة في رمضان، برقم: ٣٠١٣، ص: ٥٨٣

اسی وجہ سے فقہاءِ کرام نے لکھا ہے: جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

تندبت فی رمضان (۱۰)

یعنی عمرہ رمضان میں مستحب ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجۃ ۱۴۳۶ھ، ستمبر ۲۰۱۵ م 967-F

پانچ اَیام میں عمرہ کی کراہت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ کیا ایام حج میں عمرہ کرنا مکروہ ہے، اور اگر مکروہ ہے تو اس سے مراد کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی؟ کیا حاجی وغیر حاجی دونوں کے لئے مکروہ ہے؟ اور اگر حاجی کے لئے مکروہ ہے تو اس میں تمام اقسام کے حاجی شامل ہیں مثلاً قارن، متمتع ومفرد؟ برائے کرم اس کا جواب عنایت فرمائیں۔
(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ:

عن عائشة رضی اللہ عنها أنها قالت: لا بأس بالعمرة فی أیّ أشهر السَّنَةِ ما خلا خمسة أیّام أو أربعة من السّنة: یوم عرفة و یوم النّحر و أیّام التّشریق (۱۱)

یعنی، اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

۱۰۔ الدر المختار، کتاب الحج، سنن و آداب الحج، تحت قوله: و جازت فی کل السنة ص۱۱۵۷

۱۱۔ کتاب الآثار لأبی یوسف، کتاب المناسك، باب الصید، برقم: ۵۳٤، ص۱۱۳۔ و جامع المسانید، باب فی الحج، فصل فی فضائل الحج و العمرة و مكة ۱/۵۰۲، ۵۰۳

سال کے کسی بھی مہینے میں عمرہ ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں سوائے پانچ دنوں کے، یومِ عرفہ، یومِ نحر اور ایامِ تشریق۔

امام محمد بن حسن شیبانی سے مروی روایت میں ہے کہ:

عن عائشة أمّ المؤمنین رضی اللہ عنها أنها قالت: لا بأس أیّ فی السنة شئت ما خلا خمسة أیام، یوم عرفة، و یوم النّحر، و أیّام التشریق (۱۲)

یعنی، امُّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کوئی حرج نہیں یعنی سال میں جب تو چاہے سوائے پانچ ایام کے یومِ عرفہ، یومِ نحر اور ایامِ تشریق۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سے روایت ہے کہ:

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت: حلّت العمرة فی السَّنَةِ کلّها إلّا فی أربعةِ أیّام، یوم عرفة، و یوم النّحر، و لو مات بعد ذلك (۱۳)

یعنی: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: کہ پورے سال عمرہ کرنا جائز ہے سوائے چار دنوں کے، یومِ عرفہ اور یومِ نحر اگرچہ اس کے بعد موت آجائے۔

امام برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

عن عائشة رضی اللہ عنها أنها کانت تکره العمرة فی هذه الأیام الخمسة (۱۴)

یعنی، اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ عمرہ کو پانچ

۱۲۔ کتاب الآثار، کتاب الحج، باب العمرة فی أشهر الحج، برقم: ۳٤۳، ۱/۳٦٤

۱۳۔ السُّنَن الکبری للبیهقی، کتاب الحج باب العمرة فی أشهر الحج، برقم: ۸۷٤۱، ٤/٥٦٥

۱٤۔ الهدایة کتاب الحج، باب الفوات، تحت قوله: و العمرة لا تفوته ۱۔۲/۲۱٦، کتاب الحج فصل، ۳/۱۰۰۳

8

ایام میں مکروہ جانتی تھیں۔

جس طرح ان ایام میں عمرہ کی کراہت اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اسی طرح حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے بھی ان ایام میں عمرہ کی ممانعت مروی ہے چنانچہ علامہ ابن ملک روایت نقل کرتے ہیں کہ:

عن ابن عباس رضی اللہ عنهما أنه قال: لا تعتمر فی خمسة أیّام و اعتمر فیما قبلها و بعدها (۱۵)

یعنی، پانچ دنوں میں عمرہ نہ کر اور عمرہ کر ان پانچ دنوں سے قبل اور بعد۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے ان ایام میں عمرہ کی کراہت و ممانعت کا قول اپنی طرف سے نہیں کیا انہوں نے نبی کریم ﷺ سے ان ایام میں عمرہ کی کراہت یا ممانعت سنی ہوگی چنانچہ علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے بارے میں لکھتے ہیں:

و الظاهر أنه سماع النبی ﷺ (۱۶)

یعنی، ظاہر ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ سے سنا ہے (یعنی اُم المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر ارشاد فرمایا ہے)۔

ان روایت کی بناء پر فقہاء کرام نے ان پانچ دنوں میں عمرہ مکروہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

و هی جائزة فی جمیع السّنة إلّا خمسة أیّام یکره فیها فعلها، و هی یوم عرفة، و یوم النّحر، و أیّام التّشریق (۱۷)

یعنی، عمرہ پورے سال جائز ہے سوائے پانچ ایام کے جن میں اس کا ادا کرنا

۱۵۔ شرح تحفة الملوك، کتاب الحج، فصل، ۲/۱۵۵۳

۱۶۔ الإختیار لتعلیل المختار، کتاب الحج، فصل فی أحکام العمرة، ۱/۱/۲۰٤

۱۷۔ بدایة المبتدی، کتاب الحج باب الفوات، ۱_۲/۲۱۶

مکروہ ہے اور وہ یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق ہیں۔

اور ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی لکھتے ہیں:

و یجوز أداء فعلها فی جمیع الأوقات، ووقتها یتّسع فی جمیع السّنة، إلّا خمسة أیّام فإنه یکره ذلك: یوم عرفة، و یوم النّحر، و أیّام التّشریق (۱۸)

یعنی، عمرہ کے فعل کی ادائیگی تمام اوقات میں جائز ہے اور اُس کا وقت پورا سال ہے سوائے پانچ ایام کے، پس وہ مکروہ ہے یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق۔

اور علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

جازت فی السّنة و کرهت یوم عرفة و أربعة بعدها (۱۹)

یعنی، عمرہ پورا سال جائز ہے اور عرفہ اور اس کے بعد چار روز مکروہ ہے۔

اِسی طرح دیگر کُتُب فقہ میں اِن ایام میں عمرہ کی کراہت مذکور ہے اس میں حاجی و غیر حاجی کی کوئی تفریق نہیں کی گئی لیکن شارحین نے ان ایام میں کراہتِ عمرہ کی جو وجہ بیان کی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کراہت صرف حاجی کے لئے ہے نہ کہ اس کے غیر کے لئے۔

امام برہان الدین علی بن ابی مرغینانی حنفی پانچ ایام میں عمرہ کی کراہت کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و لأنّ هذه الأیّام، أیّام الحج فکانت متعینة له (۲۰)

یعنی، کیونکہ یہ ایام حج کے ایام ہیں لہٰذا اُسی کے لئے متعین ہیں۔

علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی لکھتے ہیں:

و لأنّ علیه فی هذه الأیام باقی أفعال الحج، فلو اشتغل بالعمرة

۱۸۔ المسالك فی المناسك، فصل فی العمرة علی سبیل الإنفراد و هی الحجة الصغری، ۱/۶۱۰

۱۹۔ تنویر الأبصار مع شرحه للحصکفی، کتاب الحج، ص۱۵۷

۲۰۔ الهدایة کتاب الحج باب الفوات تحت قوله: و العمرة لا تفوت إلخ، ۱_۲/۲۱۶

ربما اشتغل عنها فتفوت (۲۱)

یعنی، کیونکہ ان ایام میں حاجی پر باقی افعالِ حج کی ادائیگی ہے، لیکن اگر عمرہ میں مشغول ہو گیا تو بہت ممکن ہے کہ وہ افعالِ حج سے عدمِ توجہی کا شکار ہو جائے اور اُس سے وہ افعالِ حج فوت ہو جائیں۔

اور امام ابو بکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ نقل کرتے ہیں:

لأنّ الکراهة لغیرها و هو تعظیم أمر الحج و تخلیص وقته للحج (۲۲)

یعنی، کیونکہ کراہت لغیرہا ہے اور وہ امرِ حج کی تعظیم اور اُس کے وقت کو حج کے لئے خالص کرنا ہے۔

قاضی محمد بن فراموز معروف بمنلا خسرو حنفی متوفی ۸۸۰ھ لکھتے ہیں:

لکونها أوقات الحج و توابعه (۲۳)

یعنی، ان پانچ ایام کے حج اور توابعِ حج کے اوقات ہونے کی وجہ سے (ان میں عمرہ مکروہ ہے)۔

اور کراہت سے مراد کراہتِ تحریمی ہے چنانچہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

و کُرهت تحریماً (۲۴)

یعنی، مکروہ تحریمی ہے۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

صرّح به فی "الفتح" و "اللباب" (۲۵)

۲۱۔ کتاب الإختیار لتعلیل المختار، کتاب الحج، فصل فی أحکام العمرۃ ۱/ ۲۰۴

۲۲۔ الجوهرۃ النیرۃ، کتاب الحج، باب الفوات، تحت قوله: إلا خمسة أیام، ۱/ ۴۲۴

۲۳۔ الدرر الحکام، کتاب الحج، تحت قوله: جازت فی کل سنة إلخ، ۱/ ۲۱۷

۲۴۔ الدر المختار، کتاب الحج، مع قوله: و کرهتْ، ص ۱۵۷

۲۵۔ ردّ المحتار علی الدرّ المختار، کتاب الحج، مطلب فی أحکام العمرۃ، تحت قوله: تحریماً، ۳/ ۵۴۷

یعنی، اسی کی "فتح القدیر" (۲۶) اور "اللباب" (۲۷) میں اس کی تصریح کی ہے۔

اور یہ کراہت صرف حاجی کے لئے ہے جیسا کہ علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۴ھ اور اُن سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ (۲۸ الف) لکھتے ہیں:

و ما نقله "ح" عن "الشرنبلالیة" من تقییده کراهة العمرۃ فی الأیام الخمسة بقوله: "أی فی حقّ المحرم أو مرید الحج" یقتضی أنه لا یکره فی حقّ غیرهما، و لم أر من صرّح به، فلیراجع۔" (۲۸ب)

یعنی، اور جو نقل کیا اُسے امام طحطاوی نے "شرنبلالیہ" سے پانچ ایام میں عمرہ کی کراہت کی تقیید کو اس قول سے کہ "(ان ایام میں) عمرہ محرم کے لئے مکروہ ہے اور اُس کے لئے جو حج کا ارادہ رکھتا ہو" یہ قول اس بات کا مقتضی ہے کہ ان کے غیر کے حق میں کوئی کراہت نہیں، اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ جس نے اس کی صراحت کی ہو، پس چاہئے کہ وہاں مراجعت کی جائے۔

اور "شرنبلالیہ" اور "حاشیۃ الطحطاوی" میں اس قول کے بعد ہے کہ "هو الأظهر" اور یہی اظہر ہے۔

اِن ایام میں عمرہ کی کراہت صرف حجِ افراد ادا کرنے والے حاجی کے لئے ہے نہ کہ قارن اور متمتع کے لئے، چنانچہ امام قاضیخان حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ نے لکھا اور اُن کے حوالے سے علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے نقل کیا:

۲۶۔ فتح القدیر، کتاب الحج، باب الفوات (۳/ ۶۱)، تحت قوله: لما روی عن عائشة رضی الله عنها، ۳/ ۶۱

۲۷۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب العمرۃ، ص ۶۵۳

۲۸ الف۔ حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الحج، تحت قوله: و کرهت یوم عرفة إلخ، ۱/ ۴۸۷

۲۸ب۔ ردّ المحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، تحت قوله: و أربعة تلیه ۳/ ۵۴۷

إلّا خمسة أيّام تكره فيها العمرة لغير القارن (٢٩)

یعنی، مگر پانچ روز کہ جن میں غیر قارن کے لئے عمرہ مکروہ ہے۔

اور ملاّ علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و فی معناه المتمتع، و يؤيّده ما فی "المنهاج" أنه إذا قصد القران أو التمتع فلا بأس (٣٠)

یعنی، قارن کے معنی میں متمتع ہے، او راس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو ''منہاج'' میں ہے کہ حاجی نے جب قران اور تمتع کا ارادہ کیا تو حرج نہیں ہے۔

کیونکہ عام طور پر قارن اور متمتع نے احرام عرفہ کے روز سے قبل باندھا ہوتا ہے اور اکثر قارن اور متمتع یوم عرفہ سے قبل عمرہ ادا کر لیتے ہیں چند قارن یا متمتع ایسے ہوتے ہیں جو اس روز عمرہ ادا کرتے ہیں تا کہ ان کا عمرہ باقی رہے فوت نہ ہو، چنانچہ ملاّ علی قاری لکھتے ہیں:

و لا يخفى أنه أراد إبقاء إحرامها فيها لأدائها، لا أنه قصد به إنشاءها، لما صرّحوا بكراهة إنشائها فيها (٣١)

یعنی، مخفی نہیں ہے کہ ان دنوں عمرہ کے احرام کو عمرہ ادا کرنے کے لئے باقی رکھنے کا ارادہ کیا، نہ یہ کہ اُس نے انشاء احرام کا قصد کیا ہے کیونکہ فقہاء کرام نے تصریح کی ہے ان ایام میں انشاء احرام عمرہ مکروہ ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥ م 968-F

٢٩۔ فتاوی قاضیخان، کتاب الحج، فصل فی العمرة، ١/٣٠١

الفتاوی الهندية، کتاب المناسك، الباب السادس: العمرة، ١/٢٣٧

٣٠۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسط، باب العمرة، ص٦٥٣

٣١۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب العمرة، ص٦٥٣

احرام

جو شخص بلا احرام مکہ آئے پھر حج کا احرام باندھے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص میقات کے باہر سے بلا احرام مکہ مکرمہ پہنچ گیا اگر وہ میقات سے بلا احرام گزرنے کا دم دے دیتا ہے تو وہ حج افراد کر سکتا ہے؟

(السائل: محمد عبداللہ، جدہ)

باسمه تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اگر اس نے حج کے مہینوں میں عمرہ ادا نہیں کیا تھا اور اُس نے صرف حج کا احرام باندھا ہے تو اُس کا حج حجِ افراد ہو گا یا وہ حج کے مہینوں میں عمرہ تو ادا کر چکا ہے مگر عمرہ ادا کرنے کے بعد وہ بلا احرام اپنے وطن گیا تھا تو بھی اُس کا حج حجِ افراد ہو گا۔

اور اگر اس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کر لیا تھا پھر اپنے وطن واپس نہ گیا بلکہ میقات کے اندر جیسے جدہ یا میقات سے باہر کسی جگہ گیا جیسے مدینہ طیبہ یا طائف تو اس صورت میں اُس کا حج حجِ تمتع ہو گا۔ کیونکہ حجِ تمتع یہی ہے کہ اشہُرِ حج میں عمرہ ادا کرے اور اُسی سال حج کرے درمیان میں المام صحیح نہ پایا جائے یعنی وہ بلا احرام اپنے وطن نہ جائے جیسا کہ امام عبداللہ بن محمود بن مورود موصلی حنفی متوفی ٦٨٣ھ لکھتے ہیں:

وصفته: أن يُحرم بعمرة فی أشهر الحجّ و يطوف ويسعى، و يحلق أو يقصرَ و قد حلّ، ثم يُحرم بالحجّ يوم التروية و قبله أفضل و يفعل كالمفرد (٣٢)

یعنی، تمتع یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھے طواف اور سعی

٣٢۔ المختار الفتوی، کتاب الحج، باب التمتع، ص: ٨٢

کر کے حلق یا تقصیر کے ذریعے احرام کھول دے پھر یوم ترویہ یا اس سے قبل حج کا احرام باندھے اور مفرد کی طرح افعالِ حج ادا کرے۔

اور حافظ الدین ابو البرکات احمد بن عبد اللہ نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

وهـو أن يحرم بعمرة من الميقات فيطوف لها و يسعى و يحلق أو يقصر و قد حلّ منها، ثم يحرم بالحجّ يوم التّروية من الحرم (۳۳)

یعنی، تمتع یہ ہے کہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھے پھر اس کا طواف و سعی کر کے حلق یا تقصیر کر کے عمرہ سے فارغ ہو پھر ترویہ کے روز حرم سے حج کا احرام باندھے۔

امام عبد اللہ بن محمود موصلی حنفی ''المختار'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

وهـو الـجـمـع بيـن أفـعـال العمرة والحج في أشهر الحج في سنة واحـدة بإحرامَين بتقديم أفعال العمرة من غير أن يلمّ بأهله إلماماً صـحيـحـاً، حتى لو أحرم قبل أشهر الحج و أتى بأفعال العمرة في أشهـر الحج كان متمتّعاً و لو طاف طواف العمرة قبل أشهر الحج أو أكثره لـم يـكن متمتعاً والإلمام الصحيح أن يعود إلى أهله بعد أفعال العمرة حلالاً (۳٤)

یعنی، تمتع ایک ہی سال میں کی حج کے مہینوں میں دو احراموں کے ساتھ افعالِ عمرہ کی تقدیم کے ساتھ اپنے اہل سے المام صحیح کئے بغیر عمرہ اور حج کے افعال کو جمع کرنا ہے یہاں تک کے اگر حج کے مہینوں سے قبل عمرہ کا احرام باندھا اور افعالِ عمرہ حج کے مہینوں میں ادا کئے تو متمتع ہوگا، اور اگر عمرہ کا مکمل یا اکثر طواف حج کے مہینوں سے قبل ادا کیا تو متمتع نہ ہوگا۔ اور المام صحیح یہ ہے کہ افعالِ عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کھول کر اپنے اہل کو لوٹے۔

۳۳۔ كنز الدقائق مع شرحه كتاب الحج، باب التمتّع، ۲/ ٦۳۷

۳٤۔ الإختيار لتعليل المختار، كتاب الحج، باب التمتع، ۱/ ۲۰٥

اور اُسے بلا احرام مکہ مکرمہ آنے کا دم دینا ہوگا کہ میقات سے احرام باندھنا واجب ہے اور ترکِ واجب گناہ ہے اس لئے اُسے توبہ کرنی ہوگی جیسا کہ ہمارے دیگر فتاویٰ میں اِس کی تفصیل مذکور ہے۔

و اللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱٤۳٦ھ، ستمبر ۲۰۱٥ م F-969

اہلِ جدہ کا حج کے ارادے سے بلا احرام مکہ آنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ ہم کچھ لوگ جو جدہ رہتے ہیں حج کے ارادے سے مکہ مکرمہ آئے ہیں اور رہم سے مکہ سے احرام بھی باندھا لیا ہے کیونکہ اگر ہم جدہ سے احرام باندھ لیتے تو شاید ہمارا مکہ مکرمہ آنا ممکن نہیں ہوتا اب اس صورت میں ہم پر کیا لازم ہے اگر دم لازم آیا تو اس کے ساقط ہونے کی کوئی صورت ہے؟ برائے مہربانی جواب دے کر ہمیں مشکل سے نکالیں؟

(السائل: ایک حاجی، از جدہ)

باسمه تعالى و تقدس الجواب: صورت مسؤلہ میں حج کے ارادے سے مکہ مکرمہ آنے کی وجہ سے ان پر دم لازم آ چکا تھا جب یہ لوگ مکہ مکرمہ آ گئے تو یہ ہیں حِل والوں کی میقات کو جائیں یعنی حُدودِ حرم سے باہر جا کر تلبیہ کہیں تو دم ساقط ہو جائے گا۔

چنانچہ: قاضی حسین مکی حنفی متوفی ۱۳٦٦ھ میں ہے:

لأنـه عـود مـنـهـم إلـى الميقات مع الإحرام و التلبيه وذلك مسقط اللدم المحاوزة۔'' (۳٥)

یعنی: کیونکہ تلبیہ کے ساتھ میقات کو لوٹنا بغیر احرام کے میقات سے گزرنے

۳٥۔ إرشاد الساری إلى مناسك الملا على القاری، باب المواقيت، فصل في الصنف الثاني، ص: ۱۱۷

کے دم کو ساقط کرنے والا ہے۔

اور وہاں جا کر صرف تلبیہ کہنا کافی ہوگا نیا احرام نہیں باندھیں گے علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ:

"وإن عاد إلى الوقت محرماً، قال أبو حنيفة رحمة الله عليه: إن لبّى سقط عنه الدم إن لم يلبّ لا يسقط و عندهما يسقط في الوجهين۔ (۳۶)

چنانچہ: علامہ ابراھیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

من جاوز الميقات غير محرم ثم أحرم لزمه دم۔ (۳۷)

یعنی: جو شخص میقات سے بلا احرام گزر گیا پھر احرام باندھا تو اُسے دم لازم ہو گیا۔

اور جان بوجھ کر بغیر احرام کے میقات سے گزرنے کا گناہ باقی رہا، اُس کی تکمیل سچی توبہ ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

لیکن چوں ترک کرد بطریق تعمد آثم باشد، اگر چہ دم دہد و مرتفع نگردد آں اثم بغیر توبہ (۳۸)

یعنی: لیکن جب جان بوجھ کر واجب ترک کیا گناہ گار ہوگا اگر چہ دم دے دے، وہ گناہ توبہ کے بغیر نہ اُٹھے گا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱٤۳٦ھ، ستمبر ۲۰۱۵م F-970

۳٦۔ الفتاوی الهندية، كتاب المناسك، الباب العاشر في مجاوزة الميقات بغير إحرام ۱/۲۵۳

۳۷۔ ملتقى الأبحر مع شرحه، كتاب الحج، باب مجاوزة الميقات بلا إحرام ۱/٤٤۷

۳۸۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، مقدمة الرسالة، فصل سيوم: دربيان فرائض و واجبات و سُنَن، إلخ ٤٥

میقات سے احرام باندھنا واجب ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے مکہ مکرمہ میں اپنی ہوٹل سے جو مکہ شہر اور حدود حرم میں تھا احرام باندھا اور جا کر طواف وسعی کی اور احرام کھول دیا، اب اُس پر کیا لازم ہے؟

(السائل: C/O حافظ رضوان)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص نے جب حدود حرام میں واقع اپنی ہوٹل سے احرام باندھا، اس کا احرام باندھنا تو درست ہو گیا کیونکہ میقات سے احرام باندھنا احرام کی شرائط میں سے نہیں ہے، فقہاء کرام نے اُسے واجبات کے بیان میں ذکر کیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ میقات سے احرام باندھنا شرط نہیں بلکہ واجب ہے، چنانچہ قاضی و مفتی مکہ ابوالبقاء محمد بن احمد ابن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ (۳۹ الف) اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰ھ (۳۹ ب) واجبات کے بیان میں لکھتے ہیں:

الإحرامُ عن الميقات واجبٌ۔"

یعنی، میقات سے احرام باندھنا واجب ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی علیہ الرحمۃ اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

وواجباته كونه من الميقات (٤٠)

یعنی، احرام کے واجبات اُس کا میقات سے ہونا ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی اپنی تیسری کتاب میں واجبات کے بیان میں لکھتے ہیں:

الإحرام من الميقات۔" (٤١)

۳۹ الف۔ البحر العميق، الباب الثالث: في مناسك الحج، واجباته ۱/۳۵۳

۳۹ ب۔ جمع المناسك و نفع الناسك، باب الإحرام، فصل في واجباته ص۹۸

٤٠۔ لباب المناسك مع شرحه للقاري، باب الإحرام، ص۱۲٦

٤۱۔ المنسك الصغير مع شرحه بداية السالك في نهاية المسالك، الباب الثاني في الواجبات ۳/٤٦٤

یعنی: میقات سے احرام باندھنا واجبات میں سے ہے۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فإن الإحرام منه واجب (۴۲)

یعنی، بے شک میقات سے احرام باندھنا واجب ہے۔

قاضی و مفتی مکہ ابوالبقاء محمد بن احمد ابن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں:

وفی المحیط: الواجب علیه الإحرام عن المیقات تعظیماً لدخول مکة۔" (۴۳)

یعنی: ''محیط'' میں ہے کہ اس پر دخولِ مکہ کی تعظیم کے لئے میقات سے احرام باندھنا واجب ہے۔''

اور وہ شخص چونکہ مکہ مکرمہ میں تھا اور عمرہ کا احرام باندھنے کا لئے اس کی میقات حِل یعنی حُدودِ حرم سے باہر جانا تھا اور میقات سے احرام باندھنا واجب ہے جب یہ واجب اُس نے ترک کر دیا تو اُس پر دَم لازم آیا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و حکم الواجبات لزوم الجزاء بترك واحد منها (۴۴)

یعنی، واجبات کا حکم لزومِ جزاء ہے ان میں کسی ایک کو چھوڑنے پر۔

علامہ ابن ضیاء مکی حنفی لکھتے ہیں (۴۵الف) اور اُن سے علامہ قاضی حسین بن محمد سعید مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ (۴۵ب) نقل کرتے ہیں:

و حکم الواجبات أنه یلزم دم مع ترکها إلّا رکعتی الطواف إلخ

۴۲۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الإحرام فصل فی محرّماته تحت قوله منها تأخیر الإحرام ص۱۲۹

۴۳۔ البحر العمیق، الباب السادس: فی المواقیت، فصل فی محاورة المیقات بغیر احرام ۱/ ۶۲۲

۴۴۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب فرائض الحج، فصل فی واجباته ص۱۰۱

۴۵الف۔ البحر العمیق، الباب الثالث: فی مناسك الحج، وواجباته ۱/۳۵۴

۴۵ب۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملا علی قاری، باب فرائض الحج، فصل فی واجباته تحت قوله: مع هذا لا یتصور، ص۱۰۱

یعنی، واجبات کا حکم یہ ہے کہ اُن کے ترک پر دَم لازم آتا ہے سوائے طواف کی دو رکعت کے۔ الخ

اور پھر اُس نے حلق نہیں کروایا اور ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب شروع کر دیا اس گمان پر کہ اُس پر حلق لازم نہیں ہے گو کہ یہ گمان فاسد ہے مگر جرائم پر مرتب ہونے والے کفاروں کے ساقط کرنے میں مفید ہے اور اس کے لئے جملہ ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب پر صرف ایک دَم لازم آیا۔ جیسا کہ ہمارے دیگر فتاوی میں اس کی صراحت مذکور ہے۔

یہاں ایک دم احرام کے واجبات میں سے ایک واجب کے ترک پر لازم آیا اور دوسرا دَم عمرہ کے واجب کو ترک کر کے ممنوعات کے ارتکاب پر لازم آیا، لہٰذا اُس پر دو دم متعین ہو گئے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

ذوالحجة ۱۴۳۵ھ، أکتوبر ۲۰۱۴م 971-F

مسافر

اشہرِ حج میں عمرہ ادا کرنا اور مکہ مکرمہ کو وطنِ اقامت بنالینا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی مدینہ شریف کی پیدائش ہے والدین یہاں رہتے ہیں اب وہ ذوالقعدہ وذوالحجہ میں مکہ شریف میں رہے گا لیکن اُسے کسی کمپنی نے کام کے لئے بلایا ہے، ممکن ہے اس کو حج کی اجازت نہ ملے، کام کیٹنین کا ہے، ایسی صورت میں کیا اُس پر حج فرض ہوگیا؟ اور اگلے سال اس کو یہ حج ادا کرنا ہوگا اور ابھی جب وہ جائے گا عمرہ ادا کرے گا اس سال اگر حج وہ اشہرِ حج میں عمرہ ادا کر کے اور موقع ملنے پر حج بھی ادا کرلیتا ہے تو اس کا حج تمتع قرار پائے گا یا نہیں؟

(السائل: اقبال صوفی، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس پر حج فرض ہو جائے گا اور اگر وہ اسی سال حج کرتا ہے تو اس کا حج تمتع درست ہو جائے گا، یاد رہے: حجِ تمتع والے پر قربانی بھی واجب ہوتی ہے وہ بھی ادا کرنی ہوگی۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ بن ابراہیم سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

لأنـه قال فإذا قدم الكوفي بعمرة في أشهر الحج، و فرغ منها و قصر ثم اتخذ مكة أو البصرة داراً و حجّ من عامه ذلك فهو متمتّع (٤٦)

یعنی، اسی لئے کہا کہ جب کوئی اشہرِ حج میں عمرہ کے لئے آیا، اور اس سے فارغ ہوا اور قصر کیا پھر اس نے مکہ یا بصرہ میں اپنا گھر بنالیا اور اسی سال حج کیا، پس وہ متمتع ہے۔

کیونکہ مذکورہ شخص کام کے سلسلے میں مکہ مکرمہ میں رُکے گا نہ اس لئے کہ اُس نے مکہ مکرمہ

٤٦۔ جمع المناسك، باب التمتع، فصل فی شرائط صحة التمتع، ص۳۳٦

کو اپنا گھر بنایا ہے، اس لئے مکہ مکرمہ اُس کے واسطے وطنِ اقامت ہے اور وہ آفاقی ہی ہے اور اس کے لئے تمتع کا جواز اس کے ساتھ مقید ہے کہ وہ مکہ کو اپنا گھر نہ بنائے اور وہ اس نے نہیں بنایا، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأنّ جواز التمتّع للآفاقي مقيّد بعدم الاستيطان لا بعدم الإقامة كما سبق (٤٧)

یعنی، کیونکہ آفاقی کے تمتع کا جواز وطن نہ بنانے کے ساتھ مقید ہے نہ کہ اقامت کے نہ ہونے کے ساتھ جیسا کہ پہلے گزرا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۲۸ شوال المکرّم ۱٤۳٦ھ، ١٤ اغسطس ۲۰۱۵م 972-F

مقیم انشاءِ سفر سے مسافر ہو جاتا ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ 22 تاریخ کو میں عزیزیہ میں آیا تھا، ایامِ حج شروع ہوئے یعنی منیٰ روانگی سے قبل میرے پندرہ (15) دن پورے ہوگئے تھے تو شروع سے میں پوری نماز پڑھ رہا تھا حج کے ایام میں یعنی منیٰ عرفات اور مزدلفہ میں بھی میں نے پوری نماز پڑھی ہے اور مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد میں عزیزیہ آیا تو بھی پوری نماز پڑھ رہا ہوں۔ کل اگر میں طائف جاتا ہوں اور وہاں چار (4) دن رہتا ہوں پھر مدینہ شریف روانہ ہونا ہے تو کیا طائف میں بھی پوری نماز پڑھوں گا یا قصر کرنا ہوگی؟

(السائل: آصف مدنی عزیزیہ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسؤلہ میں آپ طائف روانگی سے لے کر پاکستان پہنچنے تک قصر نماز ادا کریں گے؛ کیونکہ وطنِ اقامت، وطنِ اصلی

٤٧۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب التمتع، فصل فی شرائطه تحت قوله: و أطلق فی "خزانة الأكمل الخ"، ص۳۸۵

15

سے، وطنِ اقامت سے اور انشاءِ سفر سے باطل ہوجاتا ہے۔

جیسا کہ علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

وطن الإقامة بمثله و الأصلي و بإنشاءِ السفر (٤٨)

یعنی، وطنِ اقامت اپنی مثل سے اور وطنِ اصلی سے اور انشاءِ سفر سے باطل ہو جاتا ہے۔

اور آپ کا وطنِ اقامت اس وقت مکّہ مکرمہ ہے، جو انشاءِ سفر سے باطل ہو جائے گا؛ کیونکہ عام طور پر گاڑی والے جس راستے سے طائف لے جاتے ہیں، وہ سیلِ کبیر والا راستہ ہے اور سیلِ کبیر ڈاکٹر الیاس عبدالغنی کی تحقیق کے مطابق اسّی (80) کلومیٹر ہے اور وہاں سے طائف چالیس (40) کلومیٹر ہے۔ اس طرح صرف طائف اس راستہ سے ایک سو بیس (120) کلومیٹر ہوگیا اور انشاءِ سفر متحقق ہو جائے گا اور وطنِ اقامت باطل ہو جائے گا۔ جب آپ واپس آئیں گے تو آپ کی نیتِ اقامت معتبر نہ ہوگی؛ کیونکہ آپ نے پندرہ (15) دن سے قبل مکہ مکرمہ سے مدینہ شریف روانہ ہوجانا ہے لہٰذا آپ طائف روانگی سے قصر شروع کریں گے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

973-F

نیتِ اقامت کے بعد مدّتِ سفر سے کم فاصلہ پر واقع کسی جگہ جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بارہ کی رمی کی اور وہ عزیزیہ آگیا اور اس نے عزیزیہ میں اقامت کی نیت کر لی جبکہ اس سے قبل وہ مسافر تھا کیونکہ اب اس کو دو دن عزیزیہ اور اٹھارہ دن مکّہ مکرمہ میں رہنا ہے اب وہ چاہتا ہے کہ وہ مکّہ مکرمہ جانے کے چار دن بعد جدّہ جائے تو کیا اس سے وہ مسافر

٤٨۔ تنویر الأبصار و الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ص: ١٠٦

ہوجائے گا جبکہ وہ اقامت کی نیّت کر چکا ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں جدّہ جانے سے وہ شخص مسافر نہیں ہوگا کیونکہ مکہ میں اٹھارہ دن رہنے کی نیّت کرنے کی وجہ سے وہ شخص مقیم ہوگیا اور مکّہ اس کا وطنِ اقامت ہوگیا اور اب جدّہ جانے کی وجہ سے وہ مسافر نہیں ہوگا بلکہ مقیم ہی رہے گا کیونکہ مکہ سے جدّہ مسافتِ سفر پر نہیں ہے اور وطنِ اقامت کے باطل ہونے کی ایک صورت سفرِ شرعی کا قصد ہے جس کے لئے تین دن کی راہ کا ہونا ضروری ہے جو یہاں موجود نہیں لہٰذا وہ شخص مقیم ہی رہے گا۔ چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماءِ ہند کی جماعت نے لکھا ہے:

ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الإقامة فی بلدة أو قریة خمسة عشر یوماً أو أکثر۔ (٤٩)

یعنی، مسافر جب تک کسی شہر یا گاؤں میں پندرہ دن رکنے کی نیّت نہ کرے وہ مسافر ہی رہے گا۔

صدرالشریعۃ محمد امجد علی اعظمی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۱۳۶۷ھ فرماتے ہیں: وطنِ اقامت وہ جگہ ہے کہ مسافر نے پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا وہاں ارادہ کیا ہو۔ (٥٠)

اور اس کا وطنِ اقامت باطل نہ ہوگا کیونکہ نہ وہ جدہ میں اقامت کی نیت کر رہا ہے اور نہ ہی انشاءِ سفر پایا جا رہا ہے، چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی حنفی، متوفی ۱۰۸۸ھ تحریر فرماتے ہیں:

یبطل وطن الإقامة بمثله و بالوطن الأصلي وبإنشاء السفر۔ (٥١)

یعنی، وطنِ اقامت وطنِ اقامت سے اور وطنِ اصلی سے اور سفر انشاء سے باطل ہوتا ہے۔

صدرالشریعۃ محمد امجد علی اعظمی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۱۳۶۷ھ فرماتے ہیں: وطن

٤٩۔ الفتاوی الهندیة، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس عشر فی صلاۃ المسافر، ١/١٤٦

٥٠۔ بہارِ شریعت، حصہ: ۴، نمازِ مسافر کا بیان، وطنِ اصلی و وطنِ اقامت کے مسائل، ۱/۷۵۱

٥١۔ الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب: صلاۃ المسافر مع قول التنویر وطن الاقامة بمثله ص ١٠٦

اقامت دوسرے وطنِ اقامت کو باطل کر دیتا ہے یعنی ایک جگہ پندرہ دن کے ارادہ سے ٹھہرا پھر دوسری جگہ اتنے ہی دن کے ارادہ سے ٹھہرا تو پہلی جگہ اب وطن نہ رہی، دونوں کے درمیان مسافت سفر ہو یا نہ ہو۔ یونہیں وطنِ اقامت وطنِ اصلی وسفر سے باطل ہو جاتا ہے۔(۵۲)

جدہ اگر مدّتِ سفر یعنی (ساڑھے ستاون میل) جدید پیمانے کے مطابق ۹۲ کلومیٹر سے زیادہ کی دُوری پر ہوتا تو انشاءِ سفر پایا جاتا حالانکہ یہاں ایسا نہیں ہے، چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی، متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماءِ ہند کی جماعت تحریر فرماتے ہیں:

ولا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام۔ (۵۳)

یعنی، مسافر کے لئے تین دن کی مسافت کا قصد کرنا ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذوالحجة ۱٤۳۵ھ، أكتوبر ۲۰۱٤م 974-F

دوجگہ پندرہ دن گزارنے کے ارادے سے مسافر نہ ہوگا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص جو حج سے آٹھ روز قبل عزیزیہ آیا پھر وہاں سے منیٰ وعرفات روانہ ہوگیا وہ بدستور قصر نماز ہی ادا کر رہا تھا اب اس نے بارہ کی رمی کر لی اور وہ عزیزیہ کو جانے لگا تو اس نے نیت کی کہ وہ چھ روز بعد جدہ جائے گا اب وہ مسافر ہوگا یا نہیں اور اگر وہ ایک رات بھی گزارنے کا ارادہ رکھتا ہو تو کیا حکم ہے؟

(السائل: ریحان، لبیک حج اینڈ عمرہ سروسز، کھارادر)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں وہ مسافر ہی رہے گا کیونکہ اُس نے عزیزیہ یا مکہ مکرمہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہیں کی ہے۔ اس نے مکہ مکرمہ اور جدہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی ہے اور کوئی شخص دو مستقل جگہوں پر پندرہ

۵۲_ بہارِ شریعت، حصہ:۴، نمازِ مسافر کا بیان، وطنِ اصلی ووطنِ اقامت کے مسائل، ۱/۴/۷۵۱

۵۳_ الفتاوی الهندية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر، ۱/ ۱۳۹

دن ٹھہرنے کے ارادے سے مقیم نہیں ہوتا ہے۔

قاضی محمد بن فراموز المعروف بملّا خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

(إن نوى) الإقامة (في أقلّ منه) أي من نصف شهر (أو فيه) لكن (موضعَين مستقلّين) كمكة و منى فإنّه يقصر إذ لا يصير مقيماً۔ (۵٤)

یعنی، اگر مسافر نے پندرہ دن سے کم کی اقامت کی نیت کی یا دو جگہوں پر ٹھہرنے کی نیت کی جیسا کہ مکہ اور منیٰ تو (وہ مسافر ہی رہے گا) اور قصر نماز پڑھے گا کیونکہ اس طرح مقیم نہیں ہوگا۔

اور صدر الشریعہ امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: دو جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور دونوں مستقل ہوں جیسے مکہ ومنیٰ تو مقیم نہ ہوا۔ (۵۵)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذی الحجة ۱٤۳٦ھ، سبتمبر ۲۰۱۵م 975-F

احرام میں جوتے پہننے کی صورت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی ایڑیوں میں درد رہتا ہے اس کے لئے اس نے ایک مخصوص جوتے (shose) لیئے، جس کے پہننے سے اُبھری ہوئی ہڈی چھپ جاتی ہے اس صورت میں وہ کیا کرے جبکہ عام چپل پہننے میں اُسے تکلیف ہوتی ہے؟

(السائل: حافظ فاروق امجدی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اُس شخص کو اگر واقعی ایسی چپل پہننے میں تکلیف ہے کہ جس سے اُبھری ہوئی ہڈی ظاہر نہ ہو تو یہ اُس جوتے کو

۵٤_ الدرر الحكام في شرح غرر الأحكام، كتاب الصلاة، باب المسافر، ۱/ ۱۳۳

۵۵_ بهارِ شریعت، بقیہ مسائل نماز کا بیان، نمازِ مسافر کا بیان، مسئلہ نمبر:۲۵، ۱/ ٤ ۷٤۵

اِس طرح کاٹ لے کہ اُبھری ہوئی ہڈی نہ ڈھکے، کیونکہ جب کسی کے پاس چمڑے کے موزے ہوں اور چپل نہ ہو، نہ ملتی ہو یا لینے کی استطاعت نہ ہو تو اُسے حکم ہے کہ وہ موزوں کو اُبھری ہوئی ہڈیوں کے نیچے سے کاٹ لے۔'' چنانچہ حدیث میں ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: إذا لم یجد المحرم النعلین فلیلبس الخفین، ولیقطعھما أسفل من الکعبین۔" (٥٦)

یعنی: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ محرم جب نعلین نہ پائے تو اُسے چاہیئے موزے پہن لے اور چاہیئے کہ اپنی اُبھری ہڈیوں سے نیچے کاٹ دے۔

اس حدیث کی بناء پر فقہاء کرام نے اسے اپنی کتب میں ذکر کیا، چنانچہ امام ابو حسین احمد بن محمد بغدادی حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

ولا خفین إلا أن لا یجد النعلین فیقطعھما أسفل الکعبین۔ (٥٧)

یعنی، نہ موزے پہنے مگر یہ کہ نعلین نہ پائے تو اپنی اُبھری ہڈیوں کے نیچے سے کاٹ لے۔

لہٰذا یہ شخص بھی عذر کی بناء پر چپل پہننے سے قاصر ہے اُسے بھی چاہیئے کہ جوتے کو اُبھری ہوئی ہڈیوں کے نیچے سے کاٹ لے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجۃ ١٤٣٦ھ، سبتمبر ٢٠١٥م 976-F

٥٦_ سنن النسائی، کتاب المناسك، باب الرخصۃ فی لبس الخفین فی الإحرام لمن لا یجد نعلین، برقم: ٢٦٧٦، ١٣٩/٥/٣

٥٧_ مختصر القدوری، کتاب الحج، ص١٤٢

حج

حائضہ اور حجِ تمتع

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ہم لوگ پاکستان سے آئے تھے مکہ مکرمہ آئے عمرہ ادا کر کے مدینہ منورہ چلے گئے اب ہم مدینہ شریف سے حج کے ارادے سے مکہ مکرمہ کے لئے نکل رہے ہیں ہمارے ساتھ خواتین بھی ہے ان میں سے ایسی خواتین کہ جن کے ایام ماہواری قریب ہیں کہ شاید اُن کو مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ ادا کرنے کی بھی فرصت نہ ملے کہ ماہواری شروع ہو جائے اور پھر وہ عورت کیا کرے اگر وہ عمرہ کا احرام باندھتی ہے تو عمرہ ادا نہ کر پائی گی کہ یوم عرفہ آ جائے گا اور اگر صرف حج کا احرام باندھ کر آتی ہے تو اس کا حج تمتع رہے گا یا نہیں؟

(السائل: حافظ فاروق امجدی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسؤلہ میں ایسی عورت کو چاہیئے کہ صرف حج کا احرام باندھے اور وہ اگر وہ عمرہ کا احرام باندھے گی پھر عمرہ ادا نہ کر سکی یوم عرفہ آ گیا تو عمرہ کو چھوڑنا اور حج کا احرام باندھنا ہو گا جس پر چھوڑے ہوئے عمرے کی قضاء اور عمرہ ادا کئے بغیر عمرہ کا احرام کھولنے کا دم لازم آئے گا۔

اور یہ عورت چونکہ پاکستان سے آئی ہے اور عمرہ کا احرام باندھ کر آئی تھی آتے ہی عمرہ ادا کیا پھر مدینہ شریف روانہ ہوئی اب اگر وہاں سے حج کا احرام باندھ کر آئی ہے تو اُس کا حج تمتع ہی رہے گا کیونکہ وہ احرام کھولنے کے بعد اپنے وطن کو نہیں لوٹی صرف مدینہ شریف گئی ہے اور وہ اُس کا وطن نہیں ہے۔ چنانچہ متمتع کا ذکر کرتے ہوئے علامہ حسن بن منصور اُوزجندی حنفی متوفی :۲۹۵ھ لکھتے ہیں:

المتمتّع عندنا مَن یأتی بأعمال العمرۃ أو یطوف أکثر طواقھا فی أشھر الحج ثم یأتی بالحج ویحجّ من عامہ ذلك قبل أن یلم بأھلہ

بینھما إلماماً صحیحاً وإن أحرم بالعمرۃ قبل أشھرالحج وطاف لھا فی أشھر الحج وحج فی عامه ذلك عندنا یکون متمتّعاً لأن أداء أفعال العمرۃ فی أشھر الحج بمنزلة ابتداء الإحرام فی أشھر الحج۔" (۵۸)

یعنی: متمتّع ہمارے نزدیک وہ ہے جو اشہرِ حج میں تمام افعالِ عمرہ یا اکثر طوافِ عمرہ ادا کرے اور اسی سال اپنے اہل کو المامِ صحیح کئے بغیر حج ادا کرے اور اگر عمرہ کا احرام حج کے مہینوں سے قبل باندھا تھا اور عمرہ کا طواف حج کے مہینوں میں کیا اور اسی سال حج کیا تو وہ متمتّع ہوگا کیونکہ حج کے مہینوں میں افعالِ عمرہ ادا کرنا اشہرِ حج میں احرام باندھنے کے مرتبے میں ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے مزید لکھا:

یحج من عامه ذلك قبل أن یلمّ بأھله بینھما إلماماً صحیحاً۔ (۵۹)

یعنی: اور وہ عمرہ اور حج کے مابین اپنے اہل کو المامِ صحیح کرنے سے قبل اُسی سال حج ادا کرے۔

اور المامِ صحیح کے بارے میں علامہ نظام الدین حنفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

والإلمام الصحیح أن یرجع إلیٰ أھله ولا یکون العود إلی مکة مستحقًا علیه کذافی "المحیط" (۶۰)

یعنی: المامِ صحیح یہ ہے کہ (عمرہ ادا کرنے کے بعد) اپنے اہل کو لوٹ جائے اور مکہ کو لوٹنا اس پر واجب نہ ہو اسی طرح ''محیط'' میں ہے

اور مذکورہ خاتون عمرہ ادا کر کے مدینہ شریف گئی ہے جو اُس کا وطن نہیں ہے اِس لئے

۵۸۔ فتاوی قاضیخان علی ھامش الفتاوی الھندیة، کتاب الحج، فصل فی التمتع، ۱/ ۳۰۴

۵۹۔ الفتاوی الھندیة، کتاب المناسك، الباب السابع فی القران والتمتع، ۱/ ۲۳۸

۶۰۔ الفتاوی الھندیة، کتاب المناسك، الباب السابع فی القران والتمتع، ۱/ ۲۳۸

جب وہ مدینہ شریف سے حج کا احرام باندھ کر آئے گی اور حج ادا کرے گی تو اس کا حج تمتّع ہی رہے گا۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱٤۳٦ھ، ستمبر ۲۰۱۵م 977-F

سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حج

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حجۃ الوداع میں کون سا حج ادا فرمایا؟ حجِ قران یا حجِ تمتّع یا حجِ افراد؟

(السائل: آصف مدنی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حجۃ الوداع میں اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حجِ افراد ادا فرمایا، آپ نے تمام صحابہ کرام کی طرح پہلے حج کا احرام باندھا تھا۔ پھر جب مقامِ سرِف (نواریہ) پر حضور ﷺ نے اُن صحابہ سے جو ساتھ جانور نہیں لائے تھے حج کے احرام کو عمرہ کے احرام میں بدلنے کا حکم فرمایا تو آپ نے بھی عمرہ کی نیت کر لی اور حائضہ ہو گئیں اس طرح آپ عمرہ کے احرام کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچیں، عمرہ ادا نہ کیا تھا کہ یومِ عرفہ آ گیا اور نبی کریم ﷺ نے آپ کو عمرہ کا احرام چھوڑنے اور حج کا احرام باندھنے کا حکم فرمایا، اس طرح آپ نے حج کا احرام باندھا اور حج ادا کیا حج کے بعد نبی کریم ﷺ کے حکم پر آپ نے چھوڑے ہوئے عمرہ کی قضاء کی، اور اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے حج کے بارے میں مروی روایات کثرت سے کُتُبِ احادیث میں موجود ہیں اور اُن میں بہت اختلاف ہے اس لئے آپ کے حج کے بارے میں آپ سے مروی احادیث میں اضطراب واقع ہوا کہ آپ کا حج کونسا حج تھا؟ چنانچہ آپ کے حج کے بارے میں مروی روایات میں سے چند یہ ہیں:

سمعتُ عبدَ الرحمٰن بن القاسم قال سمعتُ القاسم يقول: سمعتُ عائشةَ تقولُ: خرجنا لانرَى إلاّ الحجّ، فلمّا كنّا بسَرِف حِضتُ، فدخلَ علىَّ رسولُ الله ﷺ وأنا أبكي، قال: "مالكِ؟ أنفِستِ؟" قلتُ: نعم۔ قال: "إنّ هذا أمرٌ كتبهُ اللهُ على بناتِ آدمَ، فاقضى ما يَقضى الحاجُّ غيرَ أن لاتطوفى بالبيت" (٦١)

یعنی، عبد الرحمٰن بن قاسم فرماتے ہیں کہ میں نے قاسم کوفرماتے سنا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سنا آپ نے فرمایا ہم صرف حج کے ارادے سے نکلے جب ہم مقام سَرِف (یعنی نواریہ) آئے تو مجھے ماہواری آ گئی، پس رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ میں رو رہی تھی تو آپ نے فرمایا تجھے کیا ہوا کیا تجھے ماہواری کا خون آ گیا ہے؟ میں نے عرض کی جی! آپ نے فرمایا یہ تو وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کے لئے مقدر فرمایا ہے، لہٰذا تم حج کرنے والوں کے سارے کام کرو البتہ بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔

عن عائشة قالت: خرجنا موافين لهلال ذى الحجة، فقال رسول الله ﷺ: "من أحبّ أن يُهلّ بعُمْرةٍ فليُهْلِل، فإني لو لا أنّى أهديتُ لأهللتُ بعمرةٍ، فأهلّ بعضُهم بعمرةٍ و أهلّ بعضُهم بحجٍّ و كنتُ أنا ممّن أهلّ بعمرةٍ، فأدركنى يومُ عرفةَ و أنا حائضٌ، فشكوتُ إلى النّبىّ ﷺ فقال: "دَعِي عُمرَتَكِ وانقُضِي رأسَكِ و امتَشِطِي و أهِلّي بحجٍّ" ففعلتُ حتى إذا كان ليلةُ الحَصْبةِ أرسل معى أخى عبد الرحمن بن أبى بكر، فخرجتُ إلى التنعيم فأهللتُ بعمرةٍ

٦١۔ صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب الأمر بالنفساء إذا نُفِسْنَ، برقم: ٢٩٤، ص٧٧

مكان عُمْرَتِى (٦٢)

یعنی، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ذوالحجہ کے چاند کے مطابق ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہتا ہے تو وہ عمرہ کا احرام باندھے، اگر میں ہدی نہ لاتا تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا تو اُن میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا اور میں اُن میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا اور میں عرفہ کے روز بھی حائضہ تھی (اور میں نے عمرہ ادا نہ کیا تھا) میں نے رسول ﷺ سے اِس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا اپنا عمرہ چھوڑ دو، اپنے بال کھول لو، کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھ لو، (آپ فرماتی ہیں) میں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ جب مُحَصَّب کی رات آئی آپ نے میرے ساتھ میرے بھائی عبد الرحمٰن بن ابی بکر کو بھیجا پس میں تنعیم کی طرف نکلی (وہاں) میں نے اپنے (چھوڑے ہوئے) عمرہ کی جگہ عمرہ کا احرام باندھا۔

اور اس باب میں روایات کثرت کے ساتھ "صحیح البخاری"، "صحیح مسلم" اور دیگر کُتُبِ احادیث میں موجود ہیں۔

اور جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احرام کے بارے میں مروی روایات میں بہت اختلاف ہے چنانچہ شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

وقد اختلفت الروايات عن عائشة فيما أحرمتُ به اختلافاً كثيراً كما ذكره القاضى عياض (٦٣)

٦٢۔ صحيح البخارى، كتاب الحيض، باب نقض المرأة شعرها عند غسل المحيض، برقم: ٣١٧، ص: ٨٢

٦٣۔ عمدة القارى شرح صحيح البخارى، كتاب الحيض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحيض، برقم: ٣١٦، ٣/١٤٣

یعنی، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کونسا احرام باندھا تھا اس میں روایات میں بہت اختلاف ہے جیسا کہ اسے امام قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے۔

بعض روایات میں عمرہ کے احرام کا ذکر ہے اور بعض میں حج کے احرام کا تذکرہ ہے چنانچہ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

ففی روایةِ عروة: "فأهللنا بعُمرة"، وفی روایةٍ أخری: "ولم أهلّ إلاّ بعمرة"، وفی روایة: "لا نذکر إلّا الحجّ"، و فی أخری: "لا نری إلاّ الحجّ" وفی روایة القاسم عنها: "لبّينا بالحجّ"، و فی أخری: مهلّين بالحجّ" (٦٤)

یعنی، پس حضرت عُروہ کی روایت میں ہے کہ "ہم نے عمرہ کا احرام باندھا" اور دوسری روایت میں ہے اور "میں نے نہ احرام باندھا مگر عمرہ کا"، اور ایک روایت میں ہے کہ "ہم صرف حج کا ذکر کر رہے تھے"، اور دوسری روایت "ہم صرف حج کے ارادے سے نکلے"، اور آپ سے قاسم کی روایت میں ہے "ہم نے حج کی تلبیہ کہی" اور دوسری روایت میں ہے کہ "حج کا احرام باندھ کر"۔

پھر بعض علماء نے حج والی روایات کو ترجیح دی اور بعض نے عمرہ والی روایات کو چنانچہ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

فمنهم من رجّح روایات الحجّ و غلط روایات العمرة (٦٥)

یعنی، اور اُن سے کسی نے روایاتِ حج کو ترجیح دی اور روایاتِ عمرہ کو غلط قرار دیا۔

٦٤۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحیض، برقم: ٣١٦، ٣/١٤٣

٦٥۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحیض، برقم: ٣١٦، ٣/١٤٣

بہر حال حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں بہت اضطراب ہے، چنانچہ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

قال أبو عمرة: الاضطراب عن عائشة فی حدیثها فی الحجّ عظیم (٦٦)

یعنی، ابوعمرہ نے کہا کہ حج کے باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اُن کی حدیث میں عظیم اضطراب ہے۔

علماء اسلام نے ان روایات کی توجیہ بیان کی مگر ان میں جمع نہ کر سکے یعنی ان روایات کے مابین موافقت بیان کرنے میں کامیاب نہ ہوئے چنانچہ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

و قد أکثر العلماء فی توجیه الروایات فیه، و دَفَعَ بعضُهم بعضاً فیه ببعضٍ، و لم یستطیعوا الجمعَ بینها ورام قوم الجمع فی بعض معانیها (٦٧)

یعنی، اس باب میں مروی روایات کی توجیہ میں علماء نے کثرت کی اور اس میں بعض نے بعض کو دفع کیا اور ان کے مابین جمع نہ کر سکے اور علماء کی ایک جماعت نے اس کے بعض معانی کو جمع کرنے کا ارادہ کیا۔

اور ہم نے اپنے ایک فتویٰ میں ذکر کیا کہ اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور عمرہ ادا کرنے سے قبل حائضہ ہو گئیں اور حیض سے فارغ نہ ہوئی تھیں کہ یوم عرفہ آ گیا تو نبی کریم ﷺ نے انہیں عمرہ چھوڑنے اور حج کا احرام باندھنے کا حکم فرمایا تھا اور پھر حج کے بعد اس عمرہ کے قضاء کا حکم فرمایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

أن ظاهر قولها: یا رسول الله هذه لیلة عرفة ...... إلی آخره، یدلّ علی أنه علیه الصلاة و السلام أمرها برفض عمرتها، و أن تخرج منها قبل تمامها، فی "التوضیح"، و به قال الکوفیون فی المرأة تحیض قبل

٦٦۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحیض، برقم: ٣١٦، ٣/١٤٣

٦٧۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحیض، برقم: ٣١٦، ٣/١٤٣

الطواف و تخشى فوات الحجّ أنها ترفض العمرة (٦٨)

یعنی، اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کا قول ظاہر کہ ''یا رسول اللہ یہ عرفہ کی رات ہے......الخ ''اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں اپنا عمرہ چھوڑنے کا حکم فرمایا کہ عمرہ کو پورا کرنے سے قبل اُس سے نکل جائیں اور ''توضیح'' میں ہے اسی طرح اہلِ کوفہ (یعنی احناف) نے اُس عورت کے بارے میں کہا جو طواف عمرہ سے قبل حائضہ ہو جائے اور اُسے حج کے فوت ہونے کا خوف ہو کہ وہ عمرہ چھوڑ دے۔

و قولها: "ترجع صواحبي بحجّ و عمرة، و أرجع أنا بالحجّ" صريح في رفض العمرة، إذ لو دخل الحجّ على العمرة لكانت هي وغيرها سواء و لما احتاجت إلى عمرة أخرى بعد العمرة و الحجّ الذي فعلتهما، و قوله ﷺ: عند عمرتها الأخيرة، "هذه مكان عمرتك" صريح في أنها خرجت من عمرتها الأولى و رفضتها، إذ لا تكون الثانية مكان الأولىٰ، و الأولىٰ منفردة، و في بعض الروايات: "هذه قضاء مِن عمرتكِ" (٦٩)

یعنی، اُمّ المؤمنین کا قول کہ ''میری سوتنیں حج اور عمرہ کے ساتھ لوٹیں گی اور میں صرف حج کے ساتھ'' یہ عمرہ چھوڑنے میں صریح ہے کیونکہ آپ عمرہ اور حج کے بعد جنہیں وہ ادا کر چکی تھیں دوسرے عمرہ کی محتاج نہ ہوتیں اور حضور ﷺ کا اُن کے آخری عمرہ کے وقت فرمانا ''یہ تیرے عمرہ کی جگہ ہے'' اس میں صریح ہے کہ آپ اپنے پہلے عمرہ سے نکل گئی تھیں اُسے آپ نے چھوڑ دیا تھا

٦٨۔ عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الحيض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحيض، برقم: ٣١٦، ٣/١٤٣، ١٤٤

٦٩۔ عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الحيض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحيض، برقم: ٣١٦، ٣/١٤٤

ورنہ دوسرا عمرہ پہلے کی جگہ نہیں ہو سکتا اور پہلا عمرہ مفردہ ہے، اور بعض روایات میں ہے ''یہ تیرے عمرے کی قضاء ہے''۔

اور علامہ ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

(قالت: فحضتُ و لم أطُف البيتَ) أي للعمرة (ولا بين الصفا و المروة) أي و لم أسع بينهما، إذا لا يصح السعي إلّا بعد الطواف، و إلا فالحيض لا يمنع السعي (فلم أزل حائضاً حتى كان يوم عرفة، و لم أهلل) أي لم أحرم أوّلاً (إلا بعمرة فأمرني النّبيّ ﷺ أن أنقض رأسي) أي شعري، (و أمتشط و أهلّ بالحجّ) أي أمرني أن أحرم بالحج و (أترك العمرة) أي أرفضها (٧٠)

یعنی، اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ''میں حائضہ ہو گئی اور میں نے بیت اللہ شریف کا طواف نہ کیا'' یعنی عمرہ کے لئے ''اور نہ صفا و مروہ کے مابین'' یعنی میں نے اُن کے مابین سعی نہ کی کیونکہ سعی درست نہیں ہوتی مگر طواف کے بعد ورنہ حیض سعی کو مانع نہیں ہے'' پس میں مسلسل حائضہ رہی یہاں تک کہ عرفہ کا دن آ گیا اور میں نے پہلے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا تو نبی کریم ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اپنا سر کھول دوں'' یعنی اپنے بال کھول دوں، اور ''کنگھی کروں اور حج کا احرام باندھ لوں'' یعنی مجھے حکم فرمایا کہ میں حج کا احرام باندھ لوں ''اور عمرہ کو ترک کر دوں'' یعنی اُسے چھوڑ دوں۔

اور لکھتے ہیں:

قال ابن الملك رحمه الله: أي أمرني أن أخرج من إحرام العمرة، و أتركها باستباحة المحظورات من التمشيط و غيره لعدم القدرة على الإتيان بأفعالها بسبب الحيض، و قال الطيبي رحمه الله: أي

٧٠۔ مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب المناسك، باب قصة حجة الوداع الفصل الأول، برقم: ٢٥٥٦، ٥/٤٧٨

أمرنی أن أخرج من إحرام العمرة، و استبیح محظورات الإحرام،و أحـرم بعد ذلك بالحجّ، فإن فرغت منه أحرم بالعمرة أی قضاءً، و هـذا ظـاهـر ...... "أمرنی أن اعتمر مكان عمرتی" أی بدلها نصب عـلـی الـمـصـدر قـالـه ابـن الـملك أی: عمرتی التی رفضتها "من التنعیم" (۷۱)

یعنی، ابن الملک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یعنی مجھے حکم فرمایا عمرہ کے احرام سے نکل جاؤں اور محظوراتِ احرام جیسے کنگھی وغیرہ مباح کر کے عمرہ کو چھوڑ دوں کیونکہ حیض کے سبب سے عمرہ کے افعال بجالانے پر قدرت نہیں ہے، علامہ طیبی علیہ الرحمہ نے فرمایا: یعنی مجھے حکم فرمایا کہ میں عمرہ کے احرام سے نکل جاؤں ممنوعاتِ احرام کو مباح کرلوں، اُس کے بعد حج کا احرام باندھ لوں، جب میں اُس سے فارغ ہوئی تو میں نے عمرہ کا احرام باندھا یعنی (چھوڑے ہوئے عمرہ کی) قضاء کے لئے اور یہ ظاہر ہے، پس آپ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اپنے (چھوڑے ہوئے) عمرہ کی جگہ عمرہ ادا کروں یعنی اُس کے بدلے، یہ ابن الملک نے کہا یعنی، میرا وہ عمرہ جسے میں نے چھوڑا تھا "تنعیم سے"۔

اور شیخ محقق شیخ عبدالحق مُحدِّث دہلوی حنفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

قـولـه "و لا بین الصفا و المروة" أی: لاطفتُ بینهما، فإن الطواف یطلق علی السعی بین الصفا و المروة، کما ورد فی الحدیث، فإن کـان مـجـازًا کما هو الظاهر، فإن الطواف: الحرکة حول الشیء یقدر بعد "لا": سعیتُ أو یُحمل علی عُموم المجاز

قـولـه: "أن أنقض رأسی .... إلخ" أی أخرج من إحرام العمرة

۷۱۔ مرقات المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب المناسك، باب قصة حجة الوداع، الفصل الأوّل، برقم: ۲۵۵٦، ٥/ ٤٧٨

و أستبیح مـحـظـورات الإحـرام ، و "أهلّ بالحجّ" أی أحرم له، و إحرام الحائض و النفساء جائز، یغتسلنَ و یحرمنَ

و قـد و قـع فی بعض الروایات "أن اغتسلی و أحرمی" کما مرّ فی أول الباب من حدیث جابر: فأمرها برفض تلك العمرة التی کانت أحـرمـت بهـا أوّلاً و الانتقال إلی الحج المفرد، فلما أدّتْ حجّها أمـرها بالاعتمار قضاء لتلك العمرة السابقة، و هذا قول أبی حنیفة و أصـحـابـه، فـإن مذهبهـم أن المرأة إذا تمتّعتْ و أحرمتُ للعمرة فـحاضتْ قبل الطواف ترکت العمرة و أحرمتُ للحجّ المفرد، ثم قضت العمرة، و یستدلّون بهذا لحدیث عن عائشة (۷۲)

یعنی، یہ فرمان کہ "نہ صفاو مروہ کے مابین" یعنی میں نے ان کے مابین طواف نہیں کیا، بے شک طواف کا اطلاق صفاو مروہ کے مابین سعی پر ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ پس اگر مجاز ہے جیسا کہ یہ ظاہر ہے، پس بے شک طواف کسی شی کے گرد حرکت ہے اور "لا" کے بعد "سعیت" کو مقدر مانا جائے گا، یا اسے عموم مجاز پر محمول کیا جائے گا۔

آپ کا قول کہ "میں اپنے سر کو کھول دوں ...... الخ" یعنی عمرہ کے احرام سے نکل جاؤں اور ممنوعات احرام کو مباح کرلوں اور حج کا احرام باندھ لوں" یعنی اُس کا احرام باندھوں اور حائضہ او رنفاس والی کا احرام جائز ہے وہ غسل کریں گی اور احرام باندھیں گی۔

اور بعض روایات میں آیا ہے "میں غسل کروں اور احرام باندھوں" جیسا کہ حدیث جابر کے اول میں گزرا پس انہیں اس عمرہ کو چھوڑنے کا حکم فرمایا کہ جس کا پہلے آپ نے احرام باندھا تھا، اور حج مفرد کی طرف منتقل ہونے کا حکم

۷۲۔ لمعات التنقیح فی شرح مشکاة المصابیح، کتاب المناسك، باب قصة حجة الوداع، برقم: ۲۵۵٦، ٥/ ۳۲٦، ۳۲۷

فرمایا۔ جب آپ نے حج کا ارادہ فرمالیا تو انہیں اس عمرہ سابقہ کی قضاء کا حکم فرمایا، یہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور آپ کے اصحاب کا قول ہے، پس بے شک اُن کا مذہب یہ ہے کہ عورت جب حج تمتع کرے اور عمرہ کا احرام باندھ لے پھر وہ طواف عمرہ سے قبل حائضہ ہو جائے تو وہ عمرہ کو چھوڑ دے اور حج مفرد کا احرام باندھ لے، پھر عمرہ کی قضاء کرے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

و ما جاء فی الروایات: "ارفضی عمرتك"، و "دعی عمرتك"، و "اقضی عمرتك"، یؤیّد مذهب أبی حنیفة و أصحابه، و هم یؤوّلونها بأن المراد برفض العمرة و ترکها التحلّل منها، و ما جاء فی روایة "أمسکی عن العمرة" متحمل للوجهین

و قوله: "و أمرنی أن اعتمر مکان عمرتی" أی: بدلها قضاءً لما فات، و هذا أیضاً یؤیّد مذهبنا (۷۳)

یعنی، اور جو روایات میں آیا ہے کہ "اُرفُضِیْ عُمْرَتَكِ" اور "دَعِی عُمْرَتَكِ" اور "اقضِیْ عُمْرَتَكِ" یہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور اُن کے اصحاب کے مذہب کی تائید کرتا ہے اور وہ تاویل کرتے ہیں کہ رفض عمرہ اور اُس کے ترک (یعنی عمرہ چھوڑنے) سے مراد اس سے تحلُّل (یعنی احرام سے نکلنا) ہے اور وہ جو ایک روایت میں آیا ہے امسِکِیْ عَنِ الْعُمْرَةِ (تم اپنے عمرے سے رُک جاؤ) یہ قول دو وجوہ کا محتمل ہے۔

اور اُن کا قول "مجھے حکم فرمایا کہ میں اپنے عمرے کی جگہ عمرہ کروں" یعنی اُس عمرے کے بدلے جو فوت ہوا قضاء کے طور پر (عمرہ کروں) اور یہ بھی ہمارے مذہب کی تائید کرتا ہے۔

باقی جن ائمہ نے اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے حج کو حجِ قران قرار دیا ہے، امام ابو

۷۳۔ لمعات التنقیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب المناسك، باب قصة حجة الوداع، الفصل الأول، برقم: ۲۵۵٦، ۳۲۷/۵

حنیفہ نے اسے تسلیم نہیں کیا، چنانچہ علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

قلتُ: لأنها کانت مفردة، علی ما روی عنها القاسم و عروة، و لم یأخذ بذلك مالك، بل کانت عنده قارنة و لزمها لذلك هدي القِران، و لم یأخذ أبو حنیفة أیضاً بذلك، لأنّها کانت عنده راقضة لعمرتها، و الراقضة عنده علیها دم للرقض و علیها عمرة، و اللّه المتعال و أعلم بحقیقة الحال (۷٤)

یعنی، میں کہتا ہوں کہ حضرت قاسم اور حضرت عروہ رضی اللہ عنہما نے جو اُمّ المؤمنین سے روایت کیا اس کی بنا پر آپ رضی اللہ عنہا مفردہ تھیں، امام مالک علیہ الرحمہ نے اسے نہیں لیا، اُن کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہا قارنہ تھیں جس کے لئے اُن پر دَمِ قران لازم تھا، اسے امام ابوحنیفہ نے بھی نہیں لیا کیونکہ اُن کے نزدیک آپ (عمرہ کا احرام باندھ کر عذرِ حیض کی وجہ سے) عمرہ کو چھوڑنے والی تھیں اور (عمرہ کا احرام باندھ کر اس احرام کو) چھوڑنے والی، پر عمرہ چھوڑنے کا دم اور اُس پر عمرہ کی قضا لازم ہے۔ و اللّٰہ المتعال و أعلم بحقیقة الحال

بہرحال ہمارے نزدیک اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حج سے قبل عمرہ کے احرام میں تھیں اور عرفہ کی رات آگئی اور حج کے فوت ہونے کا خوف لاحق ہوا اور ابھی تک آپ حیض سے فارغ نہ ہوئیں کہ عمرہ ادا کریں تو نبی کریم ﷺ نے انہیں عمرہ کے احرام سے نکلنے کے لئے محظوراتِ احرام کے ارتکاب کا حکم فرمایا اور حج کا احرام باندھنے کا حکم فرمایا، پھر حج مکمل ہوا تو چھوڑے ہوئے عمرہ کی قضاء کا حکم فرمایا۔ اب رہی یہ بات کہ جو عمرہ کا احرام باندھ کر کسی عذر کی بنا پر کھول دے تو اس پر قضاء لازم آتی ہے اور عمرہ چھوڑنے کا دم بھی، قضاء کا تذکرہ تو کثیر احادیث میں مذکور ہے اور دم کا صریح ذکر تو نظر سے نہیں گزرا کہ جس میں صراحت ہو کہ آپ

۷٤۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب العمرة، باب الاعتمار بعد الحج بغیر هدی، برقم: ۱۷۸٦، ۴۲۲/۷

کے چھوڑے ہوئے عمرہ کا دَم دیا گیا تھا، ہاں اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کی طرف سے گائے ذبح ہونے کا تذکرہ ضرور ہے، چنانچہ علامہ بدرالدین عینی حنفی نقل کرتے ہیں:

بل روی جابر رضی الله عنه أنه علیه الصلاة و السلام: أهدی عن عائشة بقرة (۷۵)

یعنی، بلکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ایک گائے بطور ہدی ذبح کروائی۔

ہمارے مذہب کے مطابق اس گائے کو عمرہ کا احرام باندھ کر اُسے چھوڑنے کی صورت میں لازم آنے والے دَم پر محمول کیا جائے گا۔

اور اگر اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حج کو حجِ قران پر محمول کیا جائے جیسا کہ بعض نے کیا ہے تو عمرہ ادا کئے بغیر وقوفِ عرفہ سے عمرہ چھوٹ جاتا ہے اور قران باطل ہو جاتا ہے جب قران ہی باطل ہو گیا اور دمِ قران بھی ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ احناف کا یہی مذہب ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

فلو لم یطُف لها حتی وقف بعرفة بعد الزوال ارتفَضَتْ عمرته و بطل قِرانه و سَقَط عنه دمُه (۷۶)

یعنی، پس اگر عمرہ کا طواف نہ کیا یہاں تک کہ زوال کے بعد وقوفِ عرفہ کر لیا تو اُس کا عمرہ چھوٹ گیا اور اس کا قران باطل ہو گیا اور قران کا دم اس سے ساقط ہو گیا۔

اور اُس پر عمرہ چھوڑنے کا دَم اور چھوڑے ہوئے عمرہ کی ایامِ تشریق کے بعد قضاء لازم آئے گی چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

۷۵۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب نقض المرأة شعرها عند غسل المحیض، برقم: ۳۱۷، ۳/۱۴۶

۷۶۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب القِران، ص ۳۶۲

ثم إذا ارتفَضَت عمرته فعلیه دم لرفضها، و قضاؤها بعد أیّام التشریق (۷۷)

یعنی، پھر جب عمرہ چھوٹ گیا تو اُس پر عمرہ چھوڑنے کا دَم اور ایامِ تشریق کے بعد اُس کی قضاء لازم ہے۔

واللّٰہ تعالٰی أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱۴۳۶ھ، ستمبر ۲۰۱۵م 978-F

قارن کا کسی کام سے حدودِ حرم سے باہر جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کیا قارن جو عمرہ ادا کر چکا ہے منیٰ روانگی کو ابھی وقت ہے تو وہ کسی کام سے جدہ جا سکتا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالٰی وتقدس الجواب: یاد رہے میقات کے اندر کسی بھی مقام پر جانا مکہ مکرمہ میں رہنے کی مثل ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

والرجوع إلی داخل المیقات بمنزلة مکة (۷۸)

یعنی، میقات کے اندر لوٹنا مکہ مکرمہ کے مرتبے میں ہے۔

پھر قارن کا احرام نہیں کھلتا یہاں تک کہ دونوں عبادتوں عمرہ و حج سے فارغ نہ ہو جائے یعنی قارن کا احرام دس ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد دمِ شکر ادا کرنے کے بعد حلق یا تقصیر کے ذریعے کھلتا ہے، چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ثم فیه تعجیل الإحرام واستدامة إحرامها من المیقات إلیٰ أن یفرغ منهما (۷۹)

۷۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب القِران، تحت قوله: ارتفضت عمرته، ص ۳۶۲

۷۸۔ لباب المناسك وعباب المسالك، باب التمتع، ص ۳۸۲

۷۹۔ الهدایه، کتاب الحج، باب القِران، تحت قوله: ولنا ----- الخ، ۱۔ ۲/ ۱۸۶

یعنی: پھر اس میں (یعنی قران میں) میقات سے احرام کی تعجیل اور عمرہ کے احرام کی ہمیشگی ہے یہاں تک کہ دونوں کے اعمال سے فارغ ہو۔

لہٰذا حجِ قران میں عمرہ کی ادائیگی کے بعد حاجی احرام میں ہی ہوتا ہے پھر وہ جدہ گیا، اِس سے اُس کے حجِ قران پر کوئی اثر نہیں پڑا، وہ تو اپنے گھر سے بھی ہو کر آ جائے تب بھی وہ مُحرم ہی رہتا اور اُس کا حج قران ہی رہتا۔

و اللہ تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجۃ ۱٤۳٦ھ، ستمبر ۲۰۱۵م 979-FH

منیٰ

ایامِ منیٰ میں جُمُعَہ کے روز نمازِ ظہر با جماعت نہ پڑھی جائے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دس ذوالحجہ کو جُمُعَہ کا دن ہوتا ہے اس روز حاجی کو رمی بھی ہوتی ہے اور قربانی بھی اور حلق بھی اور نہا کو وہ لباس تبدیل کرنے کا بھی اہتمام کرتا ہے اس طرح جُمُعَہ کی نماز وہ نہیں پڑھ پاتا اور اُسے نماز ظہر ادا کرنی پڑتی ہے۔ کیا وہ چند ایسے حاجیوں کے ساتھ مل کر نماز ظہر با جماعت ادا کر سکتا ہے کہ جنہوں نے نماز جُمُعَہ نہیں پڑھی تھی؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی، میٹھادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں منیٰ میں نماز ظہر با جماعت ادا نہیں کریں گے کیونکہ منیٰ شہر کے حکم میں ہے چنانچہ علامہ ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

شرط أدائها المصر: و هو كلّ موضع له أمير وقاض ينفذُ الأحكامَ وُيقيم الحدودَ أو مصلّاه، و منىٰ مصر لا عرفات (۸۰)

یعنی، جُمُعَہ کی ادائیگی کی شرط مصر ہے اور مصر ہر وہ جگہ ہے جہاں امیر یا قاضی ہو جو احکام نافذ کرتا ہو اور حدود قائم کرتا ہو یا فنائے مصر ہو، منیٰ مصر ہے نہ کہ عرفات۔

مندرجہ بالا عبارت میں تصریح ہے کہ منیٰ مصر ہے، اسی لئے فقہاء کرام نے منیٰ میں جُمُعَہ قائم کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

۸۰۔ کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ ص: ۱۸۹

و يجمّع أي يصلّي الجمعة خلافاً لمحمد بمنى أي أيام الموسم إذا كان فيه أمير مكة أو الحجاز أو الخليفة و أما أمير الموسم فليس له ذلك أي التجميع اتفاقاً إلّا إذا استعمل على مكة أي جُعل عاملاً و أميراً عليها (۸۱)

یعنی، ایامِ حج میں منیٰ میں جُمُعہ قائم کیا جائے گا یعنی جُمُعہ کی نماز پڑھی جائے گی برخلاف امام محمد کے جب کہ اس میں امیرِ مکہ یا امیرِ حجاز یا خلیفۂ وقت ہو اور امیرِ حج کے لئے بالاتفاق جُمُعہ قائم کرنا جائز نہیں، ہاں اگر اُسے مکہ پر عامل اور امیر مقرر کر دیا گیا (تو جائز ہے)۔

اور علامہ شمس الدین ابن امیر الحاج محمد بن محمد حنفی متوفی ۸۷۹ھ امام اسبیجابی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

و إن كان أمير الموسم و هو مقيم يجوز، و إن كان مسافر لا يجوز (۸۲)

یعنی، اگر امیرِ حج ہے اور وہ مقیم ہے تو جائز ہے اور اگر مسافر ہے تو جائز نہیں ہے۔

اور ایسی جگہ جو مصر کا حکم رکھتی ہو وہاں بروز جُمُعہ نمازِ ظہر با جماعت ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے چنانچہ علامہ محمد بن عبداللہ بن احمد حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و كُره تحريماً لمعذور و مسجون أداء الظهر بجماعة في مصر و كذا أهل مصر فاتتهم الجمعة (۸۳)

یعنی، معذور، قیدی کے لیے مصر میں نمازِ ظہر با جماعت ادا کرنا مکروہ تحریمی

۸۱۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب طواف الزيارة، مع قوله: و يجمّع، ص۳۳۲

۸۲۔ حلبة المحلّي، فصل في صفة الجمعة، تنبيه ۲/ ۵۳۶

۸۳۔ تنوير الأبصار و الدّرّ المختار، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص:۱۱۰

ہے اور اسی طرح ان اہلِ مصر کے لئے جن سے جُمُعہ فوت ہو گیا (یعنی جن کا جُمُعہ نکل گیا ہو)۔

اور وہ نمازِ ظہر با جماعت نمازِ جُمُعہ سے قبل پڑھیں یا نمازِ جُمُعہ کے بعد بہر حال دونوں حالتوں میں مکروہ تحریمی ہے، چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

قبل الجمعة وبعدها (۸٤)

یعنی، نمازِ جُمُعہ سے قبل اور اُس کے بعد۔

لہٰذا معذور افراد جُمُعہ کے دن بغیر اذان و اقامت اور بغیر جماعت کے نمازِ ظہر ادا کریں گے۔

چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

فإنهم يصلّون الظهر بغير أذان و لا إقامة و لا جماعة (۸٥)

یعنی، وہ نمازِ ظہر بغیر اذان و اقامت اور بغیر جماعت ادا کریں گے۔

اور مریض کے لیے تو مستحب ہے کہ وہ نمازِ ظہر کو جُمُعہ کے اختتام تک مؤخر کرے چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

و يستحب للمريض تأخيرها إلى فراغ الإمام و كره إن لم يؤخّر هو الصحيح (۸٦)

یعنی، مریض کے لیے امام کے جُمُعہ سے فارغ ہونے تک نمازِ ظہر کو مؤخر کرنا مستحب ہے اور اگر مؤخر نہ کیا تو مکروہ ہے یہی صحیح ہے۔

لہٰذا وہ اقامت پذیر جس کی نمازِ جُمُعہ نکل گئی یا کسی اور وجہ سے نہ پڑھ سکا اور مسافر اور معذور و مریض وغیرہم سب کے سب منیٰ میں جُمُعہ کے روز نمازِ ظہر با جماعت ادا نہیں کریں

۸٤۔ الدُّرّ المختار، كتاب الصلاة، باب الجمعة تحت قوله: أداء الظهر بجماعة ----- إلخ، ص ۱۱۰

۸٥۔ الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۱۰

۸٦۔ الدُّرّ المختار، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۱۰

گے بلکہ تنہا پڑھیں گے۔

واللہ تعالٰی أعلم بالصواب

ذو الحجۃ ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥ م F-980

منٰی میں نمازِ جُمُعہ وعید کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ منٰی میں جامع شرائط امام کی موجودگی میں نمازِ جُمُعہ اور نمازِ عید کے وجوب کا حکم دیں گے یا نہیں؟

(السائل: محمد اقبال ضیائی، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالٰی و تقدس الجواب: منٰی ایسی جگہ ہے جہاں نمازِ عید کی ادائیگی جائز ہے مگر نمازِ عید حاجیوں پر سے ساقط ہے چنانچہ قاضی حسین بن محمد سعید کی حنفی متوفی ١٣٦٦ھ منٰی میں قربانی کے وقت کے بارے میں "شرح الطحاوی الصغیر" کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

أقول: یؤخذ من هذا أن منیً لا یجوزُ فیها الأضحیةُ إلّا بعد الزوال، لأنّها موضع تجوز فیه صلاة العید إلّا أنّها سقطت عن الحاجّ و لم تر فی ذلك نقلاً مع کثرة المراجعة (٨٧)

یعنی، میں کہتا ہوں یہ اس عبارت سے ماخوذ ہے کہ منٰی میں قربانی زوال سے قبل جائز نہیں کیونکہ منٰی وہ جگہ ہے جہاں نمازِ عید جائز ہے مگر وہ حاجیوں پر سے ساقط ہے اور میں نے کثرت مراجعت کے باوجود اس باب میں کوئی نقل نہیں دیکھی۔

لہٰذا حاجیوں پر نمازِ عید کے وجوب کا حکم نہیں دیں گے کیونکہ وہ اُن پر سے ساقط اور اس

٨٧۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملا علی القاری، باب الجنایات و کفاراتها، فصل فی أحکام العلماء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، تحت قوله: و یستوی فیه مقیم الخ، ص٥٥٩

پر علماء کا اجماع ہے چنانچہ ملّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

سقط عنهم صلاة العید إجماعاً (٨٨)

یعنی، ان پر سے بالاجماع عید کی نماز ساقط ہے۔

اور قاضی حسین بن محمد سعید کی حنفی متوفی ١٣٦٦ھ "مبسوط سرخسی" سے نقل کرتے ہیں:

لیس علی أهل منیً یوم النحر صلاة العید لأنّهم فی وقت صلاة العید مشغولون بأداء المناسك، فلا یلزمهم صلاة العید (٨٩)

یعنی، "مبسوط" میں فرمایا کہ نحر کے روز اہلِ منٰی پر نمازِ عید نہیں ہے، کیونکہ وہ نمازِ عید کے وقت مناسک کی ادائیگی میں مشغول ہوتے ہیں، لہٰذا اُن پر عید کی نماز لازم نہیں ہے۔

اور نمازِ جُمُعہ مقیم حاجی پر سے ساقط نہیں، ہاں بعض فقہاء کے نزدیک اُن پر سے نمازِ جُمُعہ بھی ساقط ہے، چنانچہ ملّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

و کذا صلاة الجمعة بمنی عند بعضهم (٩٠)

یعنی، اس طرح بعض کے نزدیک اہلِ منٰی سے نمازِ جُمُعہ ساقط ہے۔

لیکن اکثر فقہاء کرام نمازِ جُمُعہ کے عدمِ سقوط کے قائل ہیں، جیسا کہ ملّا علی قاری کا "بعضهم" لکھنا اس پر دلالت کرتا ہے۔

واللہ تعالٰی أعلم بالصواب

ذو الحجۃ ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥ م TF-981

٨٨۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات و کفاراتها، فصل فی أحکام العلماء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، تحت قوله: و یستوی فیه مقیم الخ، ص٥٥٩

٨٩۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملا علی القاری، باب الجنایات و کفاراتها، فصل فی أحکام العلماء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، تحت قوله: و یستوی فیه مقیم الخ، ص٥٥٩

٩٠۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات و کفاراتها، فصل فی أحکام العلماء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، تحت قوله: و یستوی فیه مقیم الخ، ص٥٥٩

ایامِ منیٰ میں گروپ آرگنائزروں کا

حجاج کو منیٰ چھوڑنے کی ترغیب دلانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ منیٰ میں رات کا اکثر حصہ گزرنا سنّت مؤکدہ ہے اب ہوا یہ ہے کہ کئی گروپ آپریٹر (آرگنائزر) حضرات نے حاجیوں کے طرزِ عمل کو دیکھتے ہوئے کہ وہ سارا دن ہوٹل میں گزارتے ہیں ایامِ منیٰ میں کھانا بھی عزیزیہ کے ہوٹل میں مہیا کرنا شروع کردیا ہے ان دنوں خیمے حاجیوں سے خالی ہوتے ہیں حالانکہ شیخ عبدالحق مُحدِّث دہلوی علیہ الرحمۃ کی عبارت ہے کہ ایامِ منیٰ میں حرم کعبہ میں نماز پڑھنے سے بھی منیٰ میں نماز پڑھنا افضل ہے ایامِ نحر میں منیٰ میں دن میں ٹھہرنے کا کیا حکم ہے کیا یہ ٹھہرنا سنّت ہے یا مستحب ہے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی، میٹھادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد ایک ہی حج ادا فرمایا جسے ''حجۃ الوداع'' کے نام سے جانا جاتا ہے کُتُبِ احادیث میں اس کی تفصیل موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ ایامِ منیٰ میں جب یومِ نحر (دس ذی الحجہ) کو منیٰ تشریف لائے تو سوائے طوافِ زیارت کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے جانے کے کہیں بھی تشریف نہیں لے گئے، آپ ﷺ طوافِ زیارت کرنے کے بعد بلا تاخیر منیٰ واپس تشریف لائے، پھر تیرہ تاریخ تک دن اور رات منیٰ میں قیام فرمایا۔ چنانچہ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ (۹۱الف) اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی ۴۵۸ھ (۹۱ب) لکھتے ہیں:

''عن ابن عمر أنہ کان یأتی الجمار فی الأیام الثلاثۃ بعد یوم

۹۱الف ۔ سُنَن أبی داؤد، کتاب المناسك، باب رمی الجمار، برقم: ۱۹۶۹، ۲/ ۳۳۹

۹۱ب۔ و السُّنَن الکبری للبیہقی، کتاب الحج، باب استحباب النزول فی الرمی إلخ، برقم: ۹۵۵۸، ۵/ ۲۱۳

النحر ماشیاً ذاھباً و راجعاً، ویخبر: أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یفعل ذلك''

یعنی، ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ یومِ نحر (یعنی دس ذوالحجہ) کے بعد تینوں دن (یعنی ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ) میں جمرات پر پیدل آتے اور جاتے اور بتاتے تھے کہ نبی کریم ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے''۔

اس کے تحت ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قال الطبری: فی الحدیث دلالۃ علی أن النّبی صلی اللہ علیہ وسلم استکمل الأیام الثلاثۃ۔'' (۹۲)

یعنی، امام طبری نے فرمایا اس حدیث شریف میں اس بات پر دلالت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ذی الحجہ کے بعد کے تین دن منیٰ میں پورے فرمائے۔

اور لکھتے ہیں کہ

بہ صرّح ابن حزم فی صفۃ حجۃ صلی اللہ علیہ وسلم، فقال: أقام بھا یوم النحر ولیلۃ القرّ ویومہ، ولیلۃ النّفر الأول و یومہ، ولیلۃ النّفر الثّانی ویومہ، ھذہ أیام التّشریق و أیام منی (۹۳)

یعنی، اسی کی ابن حزم نے نبی کریم ﷺ کے حج کی صفت کے بیان میں تصریح کی ہے، پس کہا کہ آپ ﷺ یومِ نحر (دس ذوالحجہ کے دن)، قر (یعنی گیارہ) کی رات اور اس کا دن اور نفرِ اول (یعنی بارہ) کی رات اور اس کا

۹۲۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار، فصل: إذا فرغ من الرمی، تحت قولہ: و رمیھا علی الجمرۃ مکروہ، ص ۳۴۵

۹۳۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار، فصل: إذا فرغ من الرمی، تحت قولہ: و رمیھا علی الجمرۃ مکروہ، ص ۳۴۵

دن اور ظہرِ ثانی (یعنی تیرہ) کی رات اور اس کا دن منیٰ میں ٹھہرتے اور یہ ایام تشریق اور ایام منیٰ ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایام منیٰ سرزمین منیٰ میں گزارتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اسی میں ہے کہ حاجی سوائے طوافِ زیارت کے لئے مکہ مکرمہ نہ جائے کہ ایامِ منیٰ میں منیٰ کو نہ چھوڑے اور ایام منیٰ میں منیٰ میں نماز ادا کرنا مسجد الحرام میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی حنفی نقل کرتے ہیں:

مِن ثَمّ قال السبکی:صلاۃ الظھر بمنیٰ یوم النحر أفضل منھا بمکة بالمسجد الحرام۔" (۹٤)

یعنی:اسی لئے امام سبکی نے فرمایا:نحر کے روز نماز ظہر منیٰ میں پڑھنا مکہ مکرمہ میں مسجد الحرام میں پڑھنے سے افضل ہے۔"

لہٰذا حجاج کرام کو چاہئے کہ وہ یہ ایام منیٰ میں ہی گزاریں اور خاص طور پر بعض گروپ آپریٹرز نے حجاج کرام کے حالات کو دیکھتے ہوئے منیٰ میں کھانے کا بندوبست کرنے کی بجائے عزیزیہ وغیرہ میں کھانا مہیا کرنا شروع کردیا ہے جو حاجی نبی کریم ﷺ کے مبارک طریقے کے تارک ہیں، یہ گروپ آپریٹرز کی جانب سے ان کی ترکِ سنت پر معاونت ہے اور جو حاجی حضور ﷺ کی مبارک سنت پر عمل پیرا ہوتے ہیں اُن کو ترکِ سنت پر مجبور کرنا ہے لہٰذا اُنہیں اِس سے باز آنا چاہیے۔

کوئی گروپ آرگنائزر جسے رسول اللہ ﷺ کی مبارک سنّت کا ذرا برابر بھی لحاظ نہ ہو اور وہ منیٰ میں کھانے کا اہتمام کرنے کی بجائے عزیزیہ وغیرہ میں ہی کھانا مہیا کرنے پر مُصر ہو تو حاجی صاحبان کو چاہئے کہ وہ کھانے کو چھوڑ کر سنّت کی ادائیگی کو ترجیح دیں اور اس بات پر غور کریں کہ نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین عظام اور ہمارے دیگر اسلاف کیسے منیٰ میں قیام کرتے تھے سوائے طوافِ زیارت کے منیٰ کو نہ چھوڑتے تھے جب کہ اس زمانے

۹٤۔ مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب المساجد ومواضع الصلاۃ برقم: ۹۲ ۶، ۲/ ۳۹٥ تا ۳۹۷

میں آجکل پائی جانے والی سہولتیں بھی موجود نہ تھی۔

لہٰذا ایام منیٰ سرزمین منیٰ پر گزارنا نبی کریم ﷺ کی مبارک سنت اور عمل صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثابت ہے، اس لئے حاجی کو چاہئے کہ صرف طوافِ زیارت کے لئے مکہ مکرمہ کو جائے اور ایام منیٰ میں منیٰ میں ہی رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنت کو زندہ رکھنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

واللّٰہ تعالٰی أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥م F-982

رمی

کیا تیرہ تاریخ کو رمی کرنا سنت سے ثابت ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا تیرہ کی رمی کی اس حیثیت سے فضیلت ہے کہ یہ سنّت سے ثابت ہے اور رسول ﷺ نے تیرہ کی رمی فرمائی ہے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمه تعالیٰ و تقدس الجواب: ایامِ رمی کا ذکر قرآن کریم میں ہوا ہے جس سے ان ایام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾ (۹۵)

ترجمہ: ان مقررہ دنوں میں اللہ کو خوب یاد کرو جس نے دو دنوں میں جلدی کری اس پر کوئی گناہ نہیں اور جس نے تاخیر کر لی اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔

اس آیت کریمہ کے تحت ملا جیون احمد بن ابی سعید جونپوری حنفی متوفی ۱۱۳۰ھ لکھتے ہیں:

فإنما أجرى هذا الكلام على حسب زعم المخاطبين وإلا فالتأخير مستحب بالإتفاق (۹۶)

یعنی، اس کلام کو مخاطبین کے زعم کے مطابق جاری کیا گیا روز (تیرہویں ذوالحجہ تک) تاخیر بالاتفاق مستحب ہے۔

۹۵۔ البقرة:۲۰۳

۹۶۔ تفسيرات أحمدية ص: ۹۸

اور حضور اکرم ﷺ نے تیرہ ذوالحجہ تک منیٰ میں قیام فرمایا اور تیرہ تاریخ کو زوال کے بعد رمی فرما کر واپس تشریف لائے چنانچہ عماد الدین بو الفداء اسماعیل بن عمر دمشقی شافعی متوفی ۷۷۴ھ نقل کرتے ہیں:

فلما كان يوم النفر الآخر، و هو اليوم الثالث من أيام التشريق، و كان يوم الثلاثاء ركب رسول الله ﷺ و المسلمون معه، فنفر بهم من منى (۹۷)

یعنی، جب ایام تشریق تیسرا دن آیا اور وہ منگل کا دن تھا۔ رسول ﷺ سوار ہوئے تمام مسلمان بھی ساتھ تھے اور آپ اُن کے ساتھ منیٰ سے روانہ ہوئے۔

اس لئے تیرہ تاریخ کو رمی کے لئے منیٰ میں قیام افضل ہے چنانچہ ملا جیون احمد بن ابی سعید جونپوری حنفی متوفی ۱۱۳۰ھ لکھتے ہیں:

والأفضل أن يقيم لأن النبي ﷺ تأخّر حتى رمى الجمار في اليوم الرّابع (۹۸)

یعنی، افضل یہ ہے کہ ٹھہر جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی اقامت کو مؤخر کیا یہاں تک کہ چوتھے روز جمرات کی رمی فرمائی۔

اور علامہ صالح الحباب حنفی لکھتے ہیں:

والإقامة أفضل إتباعاً لفعله عليه السلام (۹۹)

یعنی، حضور ﷺ کے مبارک فعل کی اتباع میں چوتھے روز ٹھہرنا افضل ہے۔

علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

والأفضل أن يقيم و يرمي في اليوم الرابع (۱۰۰)

۹۷۔ البداية و النهاية باب دخول النبي ﷺ الى مكة شرّفها الله عز و جل، فصل: اليوم السادس من ذي الحجة وتسمية باقي الأيام ۱۶۰/۴

۹۸۔ تفسيرات أحمدية ص ۹۹

۹۹۔ حاشيه صالح الحباب على شرح المنسك باب رمي الجمار و أحكامه ۴۹/ب

۱۰۰۔ لُباب المناسك باب رمي الجمار و احكامه فصل: ثم اذا فرغ من الرمي، ۳۴۳

یعنی، افضل یہ ہے کہ منیٰ میں ٹھہرے اور چوتھے دن کی رمی کرے۔

اور اس کے تحت علامہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں

أی لفعله ﷺ وقوله تبارك و تعالیٰ: ﴿وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ لِمَنِ اتَّقٰی﴾ إشارة إلی أن هذا هو الأولی لمن اتقی المولی (۱۰۱)

یعنی، (ٹھہرے اور چوتھے دن کی رمی کرے) نبی کریم ﷺ کے مبارک فعل اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمان ''اور رہ جائے تو اس پر گناہ نہیں پرہیز گار کے لئے'' کی وجہ سے، اس آیت میں اشارہ ہے کہ (چوتھے دن رمی کے لئے رُکنا) اس شخص کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

اور لکھتے ہیں:

وقد روی أبو داودو (سنن أبی داود، کتاب المناسك، باب فی رمی الجمار، برقم:۱۹۶۹، ۳۳۹/۲) البیهقی عن ابن عمر رضی الله عنهما: أنه کان یأتی الجمار فی الأیّام الثلاثة بعد یوم النّحر ماشیاً ذاهباً راجعاً، و یُخبر أن النّبی ﷺ کان یفعلُ ذلك (۱۰۲)

یعنی، امام ابو داؤد اور امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ یومِ نحر کے بعد تینوں روز جمرات پر پیدل آتے اور جاتے اور خبر دیتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے اسی طرح کیا۔

اور لکھتے ہیں:

قال الطبری: فی الحدیث دلالة علی أن النبی ﷺ استکمل الأیّام الثلاثة بمنی، و به صرّح ابن حزم فی صفة حجّه ﷺ فقال: أقام

۱۰۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار، فصل إذا فرغ من الرمی، ص۳۴۳

۱۰۲۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحکامه فصل: فی رمی الیوم الرابع، ص۳۴۵

بها یوم النّحر، و لیلة القرّ و یومه، و لیلة النفر الأول و یومه، و لیلة النّفر الثّانی و یومه و هذه أیّام التّشریق و أیّام منی، انتهی (۱۰۳)

یعنی، امام طبری فرماتے ہیں اس حدیث شریف میں اس بات پر دلالت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (دس ذو الحجہ) کے بعد تین روز منیٰ میں مکمل فرمائے، اور ابن حزم نے نبی کریم ﷺ کے حج کی صفت کے بیان میں اس کی تصریح کی ہے، پس کہا آپ نے یومِ نحر، قر کی رات (یعنی گیارہ ذو الحجہ کی رات) اور اس کا دن، نفر اول (یعنی بارہ) کی رات اور اس کا دن اور نفر ثانی (یعنی تیرہ) کی رات اور اُس کا دن منیٰ میں قیام فرمایا، اور یہ ایام تشریق اور ایام منیٰ ہیں۔

اور لکھتے ہیں:

و لهذا صرّح أصحابنا و الشافعیة بأن الأفضل أن یقیم لرمی یوم الرّابع، فإنه من باب تکمیل العبادة، و للذین أحسنوا الحسنی و زیادة (۱۰۴)

یعنی، ہمارے اصحاب (احناف) اور شافعیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ افضل یہ ہے کہ منیٰ میں ٹھہرے تا کہ چوتھے روز کی رمی کرے، پس یہ اُن لوگوں کے لئے تکمیل عبادت کے باب سے ہے جو زیادہ نیکی کرتے ہیں۔

و اللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱۴۳۶ھ، ستمبر ۲۰۱۵م 983-F

۱۰۳۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحکامه فصل: فی رمی الیوم الرابع، ص۳۴۵

۱۰۴۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحکامه فصل: فی رمی الیوم الرابع، ص۳۴۵

رات میں رمی کرنا کیسا ہے؟

استفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ رات میں رمی کرنا مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی ہے؟

(السائل: جمیل غوری)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: بلاعذر رات میں رمی کرنا اساءت یعنی خلافِ سنت ہے لیکن اس وجہ سے کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا اور عذر ہونے کی وجہ سے مکروہ بھی نہیں۔

دسویں ذی الحجہ کی رمی کے مکروہ وقت کے بارے میں علامہ رحمت اللہ سندی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و وقت الکراھة مع الجواز: من الغروب إلی طلوع الفجر الثانی من غده، ولو أخّر إلی اللیل کره ۔(۱۰۵)

یعنی، وقتِ کراہت مع جواز (دس تاریخ کے) غُروبِ آفتاب سے اگلے دن کی طلوعِ صبح صادق تک ہے اور اگر رات تک مؤخر کیا تو مکروہ ہے۔

گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کے مکروہ وقت کے بارے میں علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

والوقت المسنون فی الیومین یمتد من الزوال إلی غروب الشمس، ومن الغروب إلی طلوع الفجر وقت مکروہ (۱۰۶)

یعنی، گیارہویں اور بارہویں تاریخ میں رمی کا مسنون وقت زوال کے بعد سے

۱۰۵۔ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط، باب رمی الجمار و أحکامه تحت قوله: إلی اللیل کره، ص۳۳۳

۱۰۶۔ لُباب المناسک مع شرح للقاری، باب رمی الجمار و أحکامه تحت قوله: إلی اللیل کره ص۳۳۹

غروبِ شمس تک ہے اور غروبِ شمس سے طلوعِ فجر تک (بلاعذر) مکروہ ہے۔

اگر رات میں رمی کرلی تو اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا لیکن ترکِ سنت کی وجہ سے اساءت کا حکم ہوگا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

(و ھذا وقت الجواز مع الإسائة) أی لترکه السنة من غیر ضرورة .... (و لا یلزمه شیء) أی من الکفارة، لکن یلزمه الإسائة لترکه السنة (۱۰۷)

یعنی، اور یہ وقت جواز مع اساءت ہے یعنی ترکِ سنت کی وجہ سے بغیر ضرورت .... اور اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا لیکن ترکِ سنت ہونے کی وجہ سے اساءت کا حکم ہوگا۔

اور عورتوں اور کمزور افراد کے حق میں رات میں رمی کرنا مکروہ نہیں ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور ملاّ علی قاری حنفی یومِ نحر کی رمی کے بیان میں لکھتے ہیں:

ولو أخّره إلی اللیل کُرِهَ إلّا فی حق النساء و کذا حکم الضُّعَفاء (۱۰۸)

یعنی، اگر رمی کو رات تک مؤخر کیا تو مکروہ ہے، مگر عورتوں کے حق میں (رات میں رمی مکروہ نہیں) ایسے ہی کمزور افراد کا حکم ہے۔

عورتوں کے حق میں رات میں رمی کرنا افضل ہے چنانچہ ملاّ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

إلّا أنَّ رمیَها فی اللّیلِ أفضلَ (۱۰۹)

یعنی، مگر یہ کہ عورت کا رات میں رمی کرنا افضل ہے۔

۱۰۷۔ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط، باب رمی الجمار وأحکامه تحت قوله: إلی اللیل کره، ص۳۳۳

۱۰۸۔ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط، باب رمی الجمار و أحکامه مع قوله: و لو أخّر، ص۳۳۲

۱۰۹۔ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط، باب رمی الجمار، فصل أحکام الرمی إلخ، التاسع، تحت قوله: فیکره ترکها، و الرجل إلخ، ص۳۵۱

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

مرد و زن در رمی جمار برابراند إلّا آنکه افضل در حق زن آن است که رمی نماید درشب زیارةً للسّتر (۱۱۰)

یعنی، مرد اور عورت رمی جمار میں برابر ہیں مگر یہ کہ عورت کے حق میں پردہ میں زیادتی کے لئے افضل یہ ہے کہ رات میں رمی کرے کہ اس میں زیادہ ستر ہے۔

لہٰذا رات میں بلا عذر رمی کرنا بھی مکروہ تحریمی نہیں ہے۔ جن فقہاء کرام نے اس پر کراہت کا اطلاق کیا ہے اُن کی اس سے مراد کراہت تنزیہی ہو سکتی ہے نہ کہ تحریمی۔

و اللّٰہ تعالٰی أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱٤۳٦ھ، ستمبر ۲۰۱۵م 984-F

دس تاریخ کو رمی کرنے والے کی بقیہ دو واجبات میں ترتیب

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص متمتع تھا اُس نے رمی نہیں کی اور حلق کروالیا، ظاہر ہے کہ اس پر رمی سے قبل حلق کروانے کا ایک دم لازم ہوا ہے اس نے رمی کی ہی نہیں، کیا اس پر دوسرا دم بھی ہے، ایک واجب ترک کرنے کا دوسرا ترتیب بدلنے کا، ظاہر ہے کہ ترتیب تو اسی صورت میں بدلتی کہ وہ رمی بعد میں کرتا اور اس نے رمی کی ہی نہیں، تو کیا اس پر ایک دم ہوگا یا دو دم ہوں گے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی، میٹھادر، کراچی)

باسمہ تعالٰی و تقدس الجواب: صورت مسئولہ میں متمتع اور قارن کے حق میں رمی، قربانی اور حلق کرنا ہیں چونکہ ان میں ترتیب واجب ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

۱۱۰۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب نہم دربیان طواف زیارۃ، فصل چہارم در بیان وقت رمی جمار، ص۲۱۸

الترتیب بین الحلق و الذبح و الرمی واجب عنده علی القارن و المتمتّع (۱۱۱)

یعنی، قارن اور متمتع پر حلق، ذبح اور رمی کے مابین ترتیب امام اعظم کے نزدیک واجب ہے۔

اس ترتیب کا خلاف کرنے کی صورت میں ترک واجب ہونے کی وجہ سے دم لازم آتا ہے اور رمی خود واجباتِ حج سے ہے اور پھر ہر روز کی رمی الگ واجب ہے کوئی ایک روز کی رمی ترک کرے تو بھی دم ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و إن ترك رمی یومٍ واحدٍ فعلیه دمٌ (۱۱۲)

یعنی، اگر ایک دن کی رمی ترک کی تو اس پر دَم ہے۔

اور دو روز کی رمی ترک کرے تو بھی ایک ہی دم اور تینوں روز کی رمی نہ کرے تو بھی ایک ہی دم ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

و من ترك رَمی الجمارِ فی الأیام کُلِّها فعلیه دمٌ و یکفیه دمٌ واحدٌ" (۱۱۳)

یعنی، جس نے تمام دنوں کی رمی چھوڑ دی اُس پر دَم ہے اور اُسے ایک دَم کافی ہے۔

اور اگر کوئی شخص ایک دن کی رمی ترک کرے اور اس پر لازم آنے والا دم دے دے پھر دوسرے روز کی رمی نہ کرے اور اس پر لازم آنے والا دم دے دے اسی طرح تیسرے روز کی رمی ترک کرے تو اُسے پھر دم دینا ہوگا ہاں اگر اس نے پہلے، دوسرے اور تیسرے روز کی

۱۱۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فی الذبح و الحلق، ص۵۰٦

۱۱۲۔ بدایة المبتدی، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل: و من طاف طواف القدوم ۱/۲۔۲۰۱

۱۱۳۔ بدایة المبتدی، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل: و من طاف طواف القدوم ۱/۲۔۲۰۰، ۲۰۱

رمی چھوڑ دی اور کوئی دم نہ دیا تو اُسے ایک ہی دم دینا ہوگا۔

اب چونکہ اُس نے دس تاریخ کی رمی کی ہی نہیں تو اس کے حق میں قربانی اور حلق کے درمیان ترتیب باقی رہی۔لہٰذا اس پر ایک دم لازم آئے گا، جو دس ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کو چھوڑنے کا دم ہے۔

واللّٰہ تعالٰی أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱٤۳٦ھ، ستمبر ۲۰۱۵م 985-F

مزدلفہ

بلاعُذرِ شرعی وُقوفِ مزدلفہ کا ترک

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ہمارا قافلہ رات ۲:۳۰ پر مزدلفہ سے منٰی روانہ ہوگیا ہمارے ساتھ عورتیں بھی تھیں، اگر ہم نہیں جاتے تو ہمیں منٰی میں اپنی جگہ تلاش کرنا مشکل ہو جاتی، کیا یہ عذر قابل قبول ہوگا اُن سے دم ساقط ہوجائے گا؟

(السائل: اقبال صوفی، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالٰی وتقدس الجواب: وُقوفِ مزدلفہ حج کے واجبات سے ہے اور اس کا وقت فجر کے بعد سے ہے او رُوقوف چاہے ایک گھڑی کا ہو واجب ادا ہو جائے گا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں

والوقوف بمزدلفة أی و لو ساعة بعد الفجر (۱۱٤)

یعنی، مزدلفہ کا وُقوف واجب ہے اگرچہ فجر کے بعد ایک ساعت کے لئے ہو۔

وُقوفِ مزدلفہ کا ترک اگر کسی عُذر کی بنا پر نہ ہو تو دم لازم آتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

ولو ترك الوقوف بالمزدلفةِ بلا عُذرٍ لَزِمه دمٌ (۱۱۵)

یعنی، اگر مزدلفہ کا وُقوف بلاعُذر ترک کیا تو اس پر دم لازم ہے۔

اور یہی ترک کسی عذر کی بنا پر ہو تو اُس پر کچھ لازم نہیں آتا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی

۱۱٤۔ لُباب المناسك و المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب فرائض الحج إلخ، فصل فی واجباته ص۹٦، ۹۷

۱۱۵۔ لُباب المناسك مع شرحه، باب الجنایات، النوع الخامس فی أفعال الحج، فصل فی الجنایات فی الوقوف بالمزدلفة ص۵۰۵

حنفی لکھتے ہیں:

و أن ترکه بعذر ـــ فلاشیءَ علیه۔ ملخصاً (۱۱۶)

یعنی، اگر اس کا ترک کسی عُذر کی وجہ سے کیا تو اُس پر کچھ نہیں۔

اب دیکھنا ہے کہ وہ کون سے اعذار ہیں کہ جن کی بنا پر یہ دم ساقط ہوتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

بأن کانت به علّة أی مرضٌ مانعٌ من وُقوفه بها أو ضَعفٌ أی فی بِنَیتِه أو مشْیته أو کانت امرأةٌ أی و نحوها من نفوس الرجال تخاف الزحام أی فی طریق منیً، أی فی ضیق أماکنها (۱۱۷)

یعنی، اس طرح کہ اُسے کوئی علّت ہو یعنی مرض ہو جو اُس کے وُقوفِ مزدلفہ کو مانع ہو یا کمزوری ہو اس کی جسامت یا چلنے میں یا عورت ہو یا اس کی مثل کوئی مرد جو بھیڑ سے ڈرتا ہو یعنی منیٰ کے راستے میں جگہ کے تنگ ہونے سے ڈرتا ہو۔

سوال میں مذکور عُذر اُن اعذار میں سے نہیں ہے کہ جس کی بنا پر ترکِ وُقوفِ مزدلفہ کا دَم ساقط ہو جائے، لہٰذا اس پر دَم لازم ہے اور توبہ بھی لازم ہے۔ کیونکہ ترکِ واجب گُناہ ہے اور گُناہ کی معافی کے لئے توبہ ضروری ہے، چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

و مرتفع نہ گردد آن اثم بغیر توبۃ (۱۱۸)

یعنی، گناہ بغیر توبہ کے معاف نہ ہوگا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱۴۳۶ھ، سبتمبر ۲۰۱۵م 986-F

۱۱۶۔ لُباب المناسك مع شرحه باب الجنایات، النوع الخامس فی أفعال الحج، فصل فی الجنایات فی الوقوف بالمزدلفة ص۵۰۵

۱۱۷۔ لُباب المناسك مع شرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، النوع الخامس، فصل: فی الجنایات فی الوقوف إلخ ص۵۰۵ أیضاً

۱۱۸۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، مقدمة الرسالة فصل سیوم، ص۴۵

وُقوفِ مزدلفہ

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص طلوعِ فجر سے قبل مزدلفہ چھوڑ کر چلا جائے اور وہ پھر طلوعِ آفتاب سے قبل واپس مزدلفہ آجائے تو کیا اُس سے دم ساقط ہو جائے گا؟

(السائل: اقبال صوفی، مدینہ منورہ)

باسمه تعالیٰ و تقدس الجواب: وُقوفِ مزدلفہ واجب ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

الوقوف بها واجبٌ (۱۱۹)

یعنی، وقوفِ مزدلفہ واجب ہے۔

اور وُقوف کا وقت صبح صادق سے طلوعِ آفتاب تک ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

أول وقته طلوع الفجر الثانی من یوم النحر و آخره طلوع الشمس (۱۲۰)

یعنی، اس کا اوّل وقت یوم نحر کے طلوعِ صبح صادق سے ہے اور آخری وقت اس روز کے طلوعِ آفتاب تک ہے۔

اور اگر اسے بلاعُذر ترک کرتا ہے تو دَم لازم آتا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

ولو ترك الوقوف بها فدفع لیلاً فعلیه دمٌ (۱۲۱)

۱۱۹۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب أحكام المزدلفة فصل: فی الوقوف بها، ص۳۱۰

۱۲۰۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب أحكام المزدلفة فصل: فی الوقوف بها ص۳۱۰

۱۲۱۔ لُباب المناسك، باب أحكام المزدلفة مع ترجمه ص۳۱۰

یعنی، اگر (بلاعذرِ شرعی) مزدلفہ کے وُقوف کو ترک کر دیا اور رات کو چلا گیا تو اس پر دَم لازم ہے۔

اِس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی محتم لترکه الواجب (۱۲۲)

یعنی، اس پر واجب ترک کرنے کی وجہ سے دَم لازم ہے۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں:

و إن کان لغیر عُذرٍ فعلیه دمٌ لترکه واجباً من واجبات الحجّ (۱۲۳)

یعنی، اگر بلاعذر ہو تو اُس پر واجبات حج میں سے ایک واجب کو چھوڑنے کی سبب دَم لازم ہے۔

اور اگر وُقوف کے وقت یعنی نحر سے قبل مزدلفہ سے نکل گیا اور طلوعِ آفتاب سے قبل لوٹ آیا تو اُس پر لازم آنے والا دَم ساقط ہو جائے گا جیسے کوئی شخص یومِ عرفہ کو غُروبِ آفتاب سے قبل عرفات سے نکل گیا اور ابھی غُروب نہیں ہوا تھا تو واپس لوٹ آیا تو اُس پر لازم آنے والا دَم بھی ساقط ہو جاتا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و إن عاد قبله فدفع بعد الغروب سقط علی الصحیح (۱۲٤)

یعنی، اگر غروب سے قبل لوٹ آیا پھر غروب کے بعد نکلا تو صحیح قول کے مطابق (لازم آنے والا دَم) ساقط ہو جائے گا۔

اور اس قول کی صحت کی تصریح ''صاحبِ فتح القدیر'' نے کی ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

۱۲۲۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب أحکام المزدلفه تحت قوله: لیلاً فعلیه دمٌ ص ۳۱۰

۱۲۳۔ المبسوط للسرخسی، کتاب المناسك، باب الخروج إلی منی ۲/٤/۵۷

۱۲٤۔ لُباب المناسك مع شرح للقاری، باب الوقوف بعرفة و أحکامه العرفة فصل: فی الدفع قبل الغروب ص ۲۹۷

أی علی القول الصحیح کما فی "الفتح" (۱۲۵)

یعنی، صحیح قول کے مطابق جیسا کہ ''فتح القدیر'' ہے۔

اور اگر طلوعِ آفتاب کے بعد مزدلفہ کو لوٹتا تو لازم ہونے والا دَم ساقط نہ ہوتا جیسا کہ عرفات میں غُروبِ آفتاب کے بعد لوٹنے سے دَم ساقط نہیں ہوتا چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و إن جاوزه قبله فعلیه دم فإن لم یَعُد أصلاً أو عاد بعد الغروب لم یسقط الدم (۱۲٦)

یعنی، اور غروب سے قبل عرفات سے نکل گیا تو اُس پر دَم لازم ہے پھر اگر اَصلاً نہ لوٹا یا غروب کے بعد لوٹا تو دَم ساقط نہ ہوگا۔

یاد رہے اگر جان بوجھ کر اس طرح کا فعل کیا تو ایسے شخص پر توبہ لازم ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱٤۳٦ھ، ستمبر ۲۰۱۵م 987-F

۱۲۵۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب العرفة فصل فی الدفع قبل الغروب ص: ۲۹۷

۱۲٦۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب العرفة فصل فی الدفع قبل الغروب ص ۲۹۷

قربانی

مسافر حاجی پر قربانی کے وُجوب کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ مناسک حج کی کتاب میں قربانی کے بارے میں ہے:

فلا تجبُ علی المسافرین و لا علی الحاجّ إذا کان مُحرماً و إن کان من أهلِ مکة اهـ (۱۲۷)

یعنی، عید الاضحیٰ کی قربانی نہ مسافروں پر واجب ہے اور نہ حاجی پر جب کہ مُحرِم ہو اگرچہ اہلِ مکہ میں سے ہو۔

مندرجہ بالا عبارت میں ''نہ مسافر پر اور نہ حاجی'' پر ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسافر کا ذِکر فرمایا اور خاص طور پر حاجی کو علیحدہ ذِکر فرمایا اور جہاں مقیم پر قربانی کا ذِکر ہے، وہاں ہر مقام پر اہلِ مکہ کا ذِکر ہے جس سے حاجی کا استثناء معلوم ہوتا ہے۔

دوسرے اسی عبارت میں نمازِ عید کی رُخصت کا ذِکر ہے کہ فرمایا:

کما سقَطَ عنهم صلاةُ العید إجماعاً

یعنی، جیسا کہ اُن پر سے بالاجماع عید کی نماز ساقط ہے۔

اور پھر حاشیہ ''ارشاد الساری'' میں ہے:

و الأضحیة إنما تجب ...... إذا کان محرماً من أهل مکة،

اس سے بھی ظاہر ہے کہ حاجی مقیم ہو یا مسافر اُس پر قربانی واجب نہیں ہے۔

(السائل: محمد اقبال ضیائی، مدینہ منورہ)

۱۲۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب فی جزاء الجنایات و کفّاراتها، فصل فی أحکام الدّماء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، ص۵۵۸، ۵۵۹

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاءِ کرام کی عبارت ''فلا تجبُ علی المسافرین و لا علی الحاجّ إذا کان محرماً'' میں حاجی سے مراد مسافر حاجی ہیں جیسا کہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں:

و أراد بالحاجّ المسافرین ۔ ملخصاً (۱۲۸)

یعنی، انہوں نے حجاج سے مراد مسافر لئے ہیں۔

اسی طرح علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ (۱۲۹ الف) اور اُن سے علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ (۱۲۹ ب) اور علامہ سید محمد ابوالسعود حنفی لکھتے ہیں:

و أراد بالحاجّ المسافر

یعنی، امام محمد نے حاجی سے مراد مسافر کو لیا ہے۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے صراحت کر دی کہ

فلا تجبُ علی حاجّ مسافرٍ (۱۳۰)

یعنی، پس قربانی حاجی مسافر پر واجب نہیں۔

لہٰذا حاجی اگر مسافر ہو گا تو اُس پر قربانی واجب نہیں ہو گی اور اگر مقیم ہو گا تو وجوب کی دیگر شرائط کے پائے جانے کی صورت میں اس پر قربانی واجب ہو گی، چنانچہ سید ثابت ابو المعالی حنفی اور علامہ محمد حسن شاہ حنفی لکھتے ہیں:

و أمّا الأضحیة: فإن کان مسافراً فلا تجب علیه، إلّا کالمکی فتجبُ کما فی ''البحر'' (۱۳۱)

۱۲۸۔ المبسوط للسرخسی، کتاب الذبائح، باب الأضحیة ۶/۱۲/۱۷

۱۲۹ الف۔ بدائع الصنائع، کتاب التضحیة فصل فی شرائط الوجوب ۶/۲۸۲

۱۲۹ ب۔ غنیة ذوی الأحکام فی بغیة درر الحکام، کتاب الأضحیة تحت قوله: و شرائطها الإسلام و الإقامة ۱/۲۶۵

فتح المعین علی شرح الکنز لملّا مسکین، کتاب الأضحیة تحت قوله: مقیم ص۲۷۷

۱۳۰۔ الدر المختار، کتاب الأضحیة تحت قوله: فی العقبی، ص۶۴۵

۱۳۱۔ فتح الرحمانی فی فتاوی السید ثابت أبی المعالی، کتاب الحج، ۱/۲۲۶۔ غنیة الناسك باب کیفیة أداء التمتع المسنون، ص۱۱۴

یعنی، مگر قربانی پس اگر مسافر ہے تو اس پر واجب نہیں ورنہ (یعنی حاجی اگر مسافر نہیں ہے بلکہ مقیم ہے تو وہ وجوب قربانی میں) مکی کی مثل ہے جیسا کہ ''بحر الرائق'' میں ہے۔

دوسرا یہ کہ سوال میں نماز عید کے بارے میں پیش کردہ عبارت ''فیسقط عنهم دم الأضحية تخفيفاً عليهم كما سقطت عنهم صلاة العيد إجماعا'' ہے۔

اس عبارت سے قبل یہ ہے کہ

و لعل وجهه أنّه يجبُ على الحاجّ دم قرانٍ أو متعةٍ و يستحب لهم دم إفراد (١٣٢)

جس کا معنی ہے کہ (حاجی پر قربانی واجب نہیں جب کہ وہ مُحرم ہو اگر چہ اہلِ مکہ میں سے ہو) شاید اس کی وجہ سے کہ حاجی پر دمِ قران یا دمِ تمتع واجب ہے اور اُن کے لئے دمِ افراد مستحب ہے۔

اس میں ملّا علی قاری حنفی نے شاید سے جواب دیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ انہیں خود اس پر جزم نہ تھا۔

پھر حاشیہ کے حوالے سے جو عبارت ہے کہ "إنما تجبُ ...... إذا كان محرماً من أهل مكة" مناسك ''ملّا علی قاری'' میں اسی صفحہ پر ہے:

قال الحدادی: و أما أهل مكة فتجب عليهم و إن كان حجّوا كذا في الكرخي (١٣٣)

یعنی، حدادی نے فرمایا مگر اہل مکہ تو اُن پر قربانی واجب ہے اگر چہ وہ (اس سال) حج کریں، اسی طرح ''کرخی'' میں ہے۔

١٣٢۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنايات و كفاراتها، فصل في أحكام الدماء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، تحت قوله: يتصدّق بها، ص٥٥٩

١٣٣۔ إرشاد الساري إلى مناسك الملّا على القاري، باب الجنايات و كفاراتها، فصل في أحكام الدماء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، تحت قوله: يتصدّق بها، ص٥٥٩

اور سوال میں ذکر کردہ حاشیہ کی عبارت کے بعد والے حاشیے میں ہے:

(فقد قال الحدادي): يؤيّده قول الأتقاني في "غاية البيان": قال القدوري في "شرح مختصر الكرخي": قال في "الأصل": و لا تجب الأضحية على الحاج المسافر، فأما أهل مكة فتجب عليهم و إن حجّوا كذا ذكره في "شرحه" (١٣٤)

یعنی، شارح ''ہدایہ'' علامہ اتقانی کا ''غایۃ البیان'' میں قول اس کی تائید کرتا ہے، فرماتے ہیں امام قدوری نے ''شرح مختصر کرخی'' میں فرمایا کہ ''الأصل'' (یعنی مبسوط) میں فرمایا حاجی مسافر پر قربانی واجب نہیں، مگر اہلِ مکہ تو اُن پر قربانی واجب ہے اگر چہ وہ حج کریں، اسی طرح اس کی ''شرح'' میں ذکر کیا۔

اور امام اعظم امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مذہب کو نقل کرنے والے آپ کے جلیل القدر شاگرد امام محمد بن حسن شیبانی ہیں انہوں نے امام اعظم کے مذہب کو نقل کرتے ہوئے لکھا کہ حاجی پر قربانی واجب نہیں اور اُن کی حاجی سے کیا مراد ہے؟ اس کے لئے شمس الائمہ سرخسی متوفی ۴۹۰ھ کی تشریح اور اس پر علامہ علاؤالدین کاسانی متوفی ۵۸۷ھ کی تائید اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ اور علامہ محمد ابو السعود حنفی کی نقل اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ کا فیصلہ اور ''فتح الرحمانی'' اور ''غنیۃ الناسک'' میں اس کی نقل اس بات کی بہت بڑی شہادت ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ کی حاجی سے مراد مسافر حاجی ہے ورنہ وہ مکی کی مثل ہے۔

اور امام ابو الحسین قدوری متوفی ۴۲۸ھ کا امام محمد کی ''الأصل'' سے عبارت اس طرح نقل فرمانا کہ قربانی مسافر پر واجب نہیں اور اسے شارح ''ہدایہ'' علامہ اتقانی کا ''غایۃ البیان'' میں نقل کرنا اس کی بیّن دلیل ہے کہ امام محمد کی حاجی سے مراد مسافر حاجی ہے۔

اس باب میں فقہاء کرام کی عبارات کا اختلاف امام محمد علیہ الرحمہ کی عبارت کو سمجھنے میں

١٣٤۔ إرشاد الساري إلى مناسك الملّا على القاري، باب الجنايات و كفاراتها، فصل في أحكام الدماء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، تحت قوله: يتصدّق بها، ص٥٥٩

اختلاف کا نتیجہ ہے اور اس اختلاف کا حل یہی ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ کی عبارت کے حل کرنے میں معتمد فقہاء اور مستند کُتب پر بھروسہ کیا جائے، اعتماد میں شمس الائمہ سرخسی اور امام قدوری اور علامہ کاسانی سے بڑھ کر کون ہے اور ''مبسوط سرخسی''، ''بدائع الصنائع''، ''غایۃ البیان'' اور ''درمختار'' یقیناً متداول اور قابلِ اعتماد کُتب میں سے ہیں۔ اس حقیر نے اس باب میں ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ کو لکھے جانے والے ایک فتویٰ میں عبارات کے اختلاف کو بیان کیا تھا اس میں ثابت کیا تھا کہ قربانی کے وُجوب اور عدمِ وُجوب کا مدار اقامت اور سفر پر ہے۔

اسی لئے خاتمۃ المحققین امام اہلسنّت امام احمد رضا حنفی نے عید الاضحیٰ کی قربانی کے بارے میں لکھا کہ ''وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں مقیم مالدار پر واجب ہے اگرچہ حج میں ہے۔(۱۳۵)

امام اہلسنّت کی مندرجہ بالا عبارت اس میں صریح ہے کہ حاجی اگر مسافر ہو تو اس پر عید الاضحی کی قربانی واجب نہیں اور اگر مقیم ہو تو واجب ہے، پھر آپ کے یہ کلمات کہ اگرچہ حج کرے جس کا مطلب قربانی کا تعلّق حاجی یا غیر حاجی کے ساتھ نہیں بلکہ اس کا تعلق دیگر شرائط کے پائے جانے کے بعد مسافر اور غیر مسافر کے ساتھ ہے، آپ نے اعتبار حج وغیر حج، احرام وغیر احرام کا نہیں کیا، صرف اور صرف سفر اور اقامت کا کیا ہے۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، ستمبر ٢٠١٥م 988-F

مقیم حاجی فقیر شرعی ہونے کی وجہ سے عید الاضحیٰ کی قربانی کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں کہ مقیم شخص حج پر گیا اور اس کا مال کراچی میں موجود ہے جہاں خود ہے وہاں پر قربانی کے نصاب تک کا مال نہیں اور نہ ضرورت کے علاوہ اتنا سامان ہے کہ جو بیچ کر قربانی کر سکیں مگر کراچی میں نصاب سے زیادہ مال موجود ہے تو ایسے شخص پر قربانی واجب ہوگی یا نہیں؟

(السائل: محمد شہزاد، کھارادر کراچی)

۱۳۵۔ انوار البشارۃ، ------------------

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ایسے شخص پر قربانی واجب نہیں ہوگی کیونکہ قربانی کا وقت مخصوص ہے لہذا جس کے پاس اُس وقت میں نصاب کی مقدار مال نہ ہو اور نہ ضرورت سے زیادہ مال ہو تو ایسے شخص پر قربانی واجب نہ ہوگی اگرچہ اپنے وطن میں کثیر مال موجود ہو۔

علامہ نظام الدین حنفی متوفی:۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت لکھتے ہیں:

''ولو كان عليه دين بحيث لو صرف فيه نقص نصابه لا تجب وكذا لو كان له مال غائب لا يصل إليه في أيامه۔'' (۱۳۶)

یعنی: اگر اس شخص پر دین ہے کہ اگر اس کے مال کو اس دین کی ادائیگی میں صرف کرے تو نصاب باقی نہیں رہتا تو ایسے شخص پر قربانی واجب نہیں اسی طرح اگر اس کا مال یہاں موجود نہیں ہے اور ایامِ قربانی میں اسے مال وصول نہیں ہوگا تو اُس پر بھی قربانی واجب نہیں ہے۔

قربانی کے واجب نہ ہونے کے متعلق امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

''وكذا لو كان له مال غائب لا يصل إليه في أيام النحر لأنه فقير وقت غيبة المال حتى تحل له الصدقة بخلاف الزكاة فإنها تجب عليه لأن جميع العمر وقت الزكاة وهذه قربة موقتة فيعتبر الغنى في وقتها۔'' (۱۳۷)

یعنی: اگر اس کا مال یہاں موجود نہیں ہے اور ایامِ قربانی میں اس کے پاس مال وصول نہیں ہوگا تو اس پر بھی قربانی واجب نہیں ہے۔ کیونکہ مال یہاں موجود نہ ہونے کی وجہ سے فقیر ہے یہاں تک کہ اس کے لیے صدقہ واجبہ لینا حلال ہے بخلاف زکوۃ کی ادائیگی کہ اس پر واجب ہے کیونکہ زکوۃ کا وقت عمر بھر ہے اور

۱۳۶۔ الفتاوی الهندية، كتاب الأضحية، الباب الأول في تفسيرها ـــ إلخ، ٥/٢٩٢

۱۳۷۔ بدائع الصنائع، كتاب التضحية، فصل: وأما شرائط الوجوب، ٥/٩٦

یہ قربانی قربتِ مؤقت ہے تو اسی وقت میں غنی ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔

امام برھان الدین محمود بن صدر الشریعۃ حنفی متوفی: ۵۵۱ھ لکھتے ہیں:

وأما ابن السبیل: فھو المنقطع عن مالہ، ویجوز الدفع إلیہ، وإن کان لہ مال کثیر فی وطنہ، لأنہ غنی باعتبار ملك الرقبۃ فقیر باعتبار الید، فلغناہ وأوجبنا علیہ الزکاۃ، ولفقرہ أبحناہ لہ الصدقۃ۔" (۱۳۸)

یعنی: ''اور ابنِ سبیل سے مراد یہ ہے کہ جو اپنے مال سے منقطع ہو تو ایسے کو زکوۃ دینا جائز ہے اگر چہ اس کا مال اس کے وطن میں کثیر ہو کیونکہ رقبہ کی ملک کے اعتبار سے غنی ہے اور فی الحال فقیر ہے، ہم نے اس پر غنی ہونے کے اعتبار سے اس پر زکوۃ واجب قرار دی ہے اور فقیر ہونے کی وجہ سے اس کے لیے صدقہ (واجبہ) لینا مباح قرار دیا ہے۔

صدر الشریعہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ حنفی متوفی: ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

''اور اگر اس کا مال یہاں موجود نہیں ہے اور ایامِ قربانی گزرنے کے بعد وہ مال اوسے وصول ہوگا تو قربانی واجب نہیں۔'' (۱۳۹)

لہٰذا وہ حاجی کہ جو اپنے وطن میں مالدار ہو اور سفرِ حج میں فقیر ہو جائے اور وہ ایامِ قربانی میں مقیم بھی ہو تو اُس پر عید الاضحی کی قربانی واجب نہیں ہوگی۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجۃ ۱۴۳۶ھ، ستمبر ۲۰۱۵م 989-F

مسافر حاجی پر ابن السبیل کا اطلاق

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ جس مسافر کا کسی مصیبت کی وجہ سے مال ضائع ہو گیا ہو تو کیا اس پر ابن السبیل کے احکام نافذ ہو

۱۳۸۔ المحیط البرھانی، کتاب الزکاۃ، الفصل الثامن: من یوضع فیہ الزکاۃ ۲۱۱/۳

۱۳۹۔ بہارِ شریعت، اضحیہ یعنی قربانی کا بیان، مسئلہ نمبر: ۸، ۳۳۳/۳

سکیں گے؟

(السائل: محمد اقبال ضیائی، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جس مسافر کے پاس سفر میں مال نہ ہو اسے ابنِ سبیل کہتے ہیں جیسا کہ ''التعریفات الفقہیۃ'' میں ہے:

ابن السبیل: ھو المسافر البعید عن منزلہ لہ مال ما معہ۔ (۱۴۰)

یعنی، ابن السبیل وہ مسافر ہے جو اپنے گھر سے دُور ہو مالدار ہو اس کے پاس مال نہ ہو۔

اور امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

أمّا قولہ: ابن السبیل: فھم الغائبون عن أموالھم الذین لا یَصِلُون إلیھا لبُعد المسافۃ بینھم و بینھا حتی تلحقھم الحاجۃ إلی الصدقۃ، فالصدقۃ لھم حینئذ مباحۃ، و ھم فی حکم الفقراء الذین لا أموال لھم فی جمیع ما ذکرنا حتی یَصِلوا إلی أموالھم (۱۴۱)

یعنی، مگر اللہ تعالیٰ کا فرمان ''ابن السبیل'': پس وہ اپنے اموال سے غائب ہیں جو اُن کے اور اُن کے اموال کے مابین مسافت کی دُوری کی وجہ سے (اموال تک) نہیں پہنچ سکتے یہاں تک کہ انہیں صدقے کی حاجت لاحق ہو جائے، تو اُس وقت ان کے لئے صدقہ (لینا) مباح ہے اور اُن تمام اُمور میں جن کا ہم نے ذکر کیا، یہ اُن فقراء کے حکم میں ہیں کہ جن کے پاس اموال نہ ہو یہاں تک کہ اپنے اموال تک پہنچیں۔

لہٰذا ابن السبیل کا اطلاق اسی مسافر پر ہوگا جو سفر میں محتاج ہو جائے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجۃ ۱۴۳۶ھ، ستمبر ۲۰۱۵م 990-F

۱۴۰۔ قواعد الفقہ الحنفیہ التعریفات الفقہیۃ ص ۱۵۷

۱۴۱۔ أحکام القرآن، کتاب الزکاۃ، تأویل قولہ تعالیٰ: إنّما الصدقات للفقراء الآیۃ ۳۷۱/۱

عذر

حادثۂ منیٰ میں فوت ہونے والوں کو محصر قرار دینا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ جولوگ حادثۂ منیٰ میں فوت ہوگئے اورانہوں نے طوافِ زیارت اورباقی مناسک ادانہیں کیے، کیا اُن کومحصر کہا جائے گا؟

(السائل: ازانڈیا)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ اُن کومحصر کس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے جبکہ حج میں مُحصَر تو وہ ہے جو حج کے احرام کے بعد دشمن یا بیماری کی وجہ سے وقوفِ عرفہ اورطوافِ زیارت سے روک دیا گیا ہو۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

هو المنع عن الوقوف و الطواف بعد الإحرام في الحج الفرض و النفل۔" (۱۴۲)

یعنی: ''اِحصار نفل اورفرض حج میں احرام باندھنے کے بعد وقوفِ عرفہ اور طوافِ زیارت سے رُکنا ہے۔

اورہم احناف کے نزدیک احصار ہر روکنے والے سے متحقق ہوجاتا ہے جن کی تعداد فقہائے کرام علیہم الرحمۃ نے بارہ لکھی ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ سندھی کی ''لباب المناسک'' اوراس مُلّا علی قاری کی ''شرح'' میں ہے۔(۱۴۳)

''ان بارہ میں موت کا تذکرہ نہیں ہے جس سے ظاہر ہے کہ موت مُحصِر نہیں ہے اورپھر

۱۴۲۔ لُباب المناسك،باب الإحصار، ۵۷۹، ۵۸۰

۱۴۳۔المسلك المتقسط في المنسك المتوسط،باب الإحصار، ۵۸۱ تا ۵۸۵

اِن بارہ وُجوہ میں سے کوئی وجہ اگر وقوفِ عرفہ کے بعد پائی جائے تو بقیہ افعالِ حج سے روکا جانے والا شخص مُحصر نہیں کہلاتا۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی ۹۹۳ لکھتے ہیں:

لو وقف بعرفة ثم عرض له مانع لا يكون محصراً۔ (۱۴۴)

یعنی: اگر وقوفِ عرفہ کرلیا پھر اُسے کوئی مانع پیش آیا تو وہ محصر نہ ہوگا۔

لہٰذا وقوفِ عرفہ کے بعد حادثۂ منیٰ میں فوت ہونے والوں کو کسی طرح بھی مُحصَر قرار نہیں دیا جاسکتا۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، ستمبر ٢٠١٥م F-991

دمِ احصار ادا کئے بغیر ممنوعات کا ارتکاب

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص پاکستان سے مدینہ منورہ آیا وہاں سے اُس نے عمرہ کا احرام باندھا اور وہ مُحصَر ہوگیا کیونکہ اُس کے پاس وزٹ ویزہ تھا اس لئے حکومت کی طرف سے روک دیا گیا تو اس نے مدینہ شریف واپس آکر حلق کروا دیا۔ اور دیگر ممنوعات احرام کا ارتکاب بھی کرلیا جیسے بیوی سے مباشرت وغیرہ اورقربانی سے قبل اُس نے حلق کروایا کیا اُس پرایک دم ہوگا یا دو؟

(السائل: محمد اقبال صوفی، مدینہ منورہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: اِحصار جس طرح حج سے ہوتا ہے اِسی طرح عمرہ سے بھی ہوسکتا ہے چنانچہ قاضی، مفتی مکہ ابو البقاء محمد بن الضیاء حنفی مکی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں:

الإحصار كما يكون عن الحج يكون عن العمرة (۱۴۵)

یعنی: اِحصار جیسا کہ حج سے ہوتا ہے عمرہ سے بھی ہوتا ہے۔

۱۴۴۔ لُباب المناسك، باب الإحصار، ص: ۵۸۶

۱۴۵۔ البحر العميق، الباب الخامس عشر في الاحصار، ۴/ ۲۰۸۷

ہم احناف کے یہاں اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے چنانچہ مفتی وقاضی مکہ ابن الضیاء حنفی لکھتے ہیں: لنا: قوله تعالیٰ:

﴿فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ (١٤٦) أی فإن أحصرتم عن إتمام الحج و العمرة، وأردتم أن تحلّوفعليكم ما تيسّر من الهدى (١٤٧)

یعنی، ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی بھیجو جو میسر آئے" یعنی اگر تم حج اور عمرہ پورا کرنے سے روکے جاؤ اور تمھارا حلال ہونے کا ارادہ ہے، تو تم پر لازم ہے قربانی جو تمھیں میسر آئے۔

پھر اِحصار ہر اُس سے ہوتا ہے جو حج وعمرہ سے روک دے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ اور قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و يتحقّق بكلّ حابسٍ يحبسه (١٤٨)

یعنی، اور اِحصار ہر مانع سے ثابت ہوتا ہے جو اُسے روک دے۔

اور اِحصار بارہ طرح سے ہوسکتا ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

وجملتها إثنا عشر وجهاً (١٤٩)

یعنی، اور وہ بارہ وُجوہ ہیں۔

اور اُن میں سے ایک قید ہے اور حکومت کی طرف سے روکا جانا بھی اس میں داخل ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

الثالث: الحبس أی فی السجن و نحوه من منع السلطان و لو

١٤٦_ البقرة ٢/١٩٦

١٤٧_ البحر العميق، الباب الخامس عشر فی الاحصار، ٤/٢٠٨٩

١٤٨_ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الأحصار، ص٥٨١

١٤٩_ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الإحصار، تحت قوله: وهو علی وجوه، ص٥٨١

بنهيه بعد ماتلبّس بإحرامه (١٥٠)

یعنی، اور اِحصار کی تیسری وجہ قید ہے اور اس کی مثل بادشاہ کی طرف سے ممانعت ہے اگرچہ اُس کے احرام باندھ لینے کے بعد ہو۔

جب یہ بات صاف ہوگئی کہ یہ احصار تھا اب سوال یہ ہے کہ مذکور شخص نے حالت اِحصار میں احرام سے نکلنے کے شرعی طریقے چھوڑ کر غیر شرعی طریقے کو اپنایا ہے لہذا اب اس کا حل کیا ہے؟

اس کا حل یہ ہے کہ اُس پر اِحصار کا ایک دم تو یقینی ہو چکا، باقی رہی دوسری بات کہ اُس نے دم کے حرم میں ذبح ہونے سے قبل جن ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کیا اُس کا حکم کیا ہوگا تو اُس کا حکم یہ ہے کہ اُس نے جتنے جرم کئے اتنے کفارے اُس پر لازم ہوں گے اور قضاء بھی، کیونکہ وہ دمِ حصر کے حرم میں ذبح ہونے تک احرام میں ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

من أفسد حجّه بالجماع إذا أحصرفهو كالذی لم يفسده و عليه دم الإفساد و دم للحصر و القضاء (١٥١)

یعنی، جس نے اپنا حج جماع کے ذریعے فاسد کرلیا جب وہ محصور تھا (وہ) اُس شخص کی مثل ہے جس نے حج کو فاسد نہیں کیا اور اس پر حج فاسد کرنے کا دم اور حصر کا دم ہے اور قضاء لازم ہے۔ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی: فی وجوب إتيان باقی الواجبات واجتناب سائر المحظورات (١٥٢)

یعنی، باقی واجبات کی ادائیگی اور تمام ممنوعات سے اجتناب کے واجب ہونے میں۔

١٥٠_ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الإحصار مع قوله: الثالث: الحبس، ص٥٨١

١٥١_ لباب المناسك مع شرحه للقاری، ص: ٥٨٧

١٥٢_ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب احصار، تحت قوله: ومن افسد حجه إلخ، ص ٥٨٧

ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب میں یہ شخص ایسے ہی ہے جیسے کسی مُحصَر نے جانور حرم بھیجا تاکہ ذبح کے بعد وہ احرام کھول سکے اور اُس کی طرف سے جانور ذبح ہونے کا جو دن اور وقت تھا اُس نے اُس پر احرام کھول دیا اور ممنوعات احرام اب چونکہ اُس کے حق میں ممنوعات نہ رہے تھے اس لئے اس سے وہ اُمور بھی سرزد ہوئے جو احرام میں ممنوع ہیں بعد میں معلوم ہوا کہ اُس کا جانور ذبح نہیں ہوا تو وہ بدستور حالت احرام میں قرار دیا جائے گا اور اور اُس پر ممنوعاتِ احرام سے احتراز لازم ہوگا اور حرم کی سرزمین پر اُس کے دم کے جانور کے ذبح ہونے سے قبل اُس سے جو جرم سرزد ہوئے اُن کفارے اُس پر لازم ہوں گے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

وصرّحوا بأنه لو ظنّ أن الهدى قد ذبح يوم المُواعَلَة ففعل من محظورات الإحرام شيئاً ثم تبيّن عدم الذبح فيه كان عليه موجَب الجناية: حتى لو حلق يجب عليه الفدية (١٥٣)

یعنی، فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ مُحصَر نے اگر یہ گمان کیا کہ اُس کا جانور وعدے کے روز ذبح ہوگیا ہے اور اُس نے ممنوعاتِ احرام میں سے کچھ کیا پھر اس روز ذبح نہ ہونا ظاہر ہوا تو اُس پر مُوجَب جنایت لازم ہے یہاں تک کہ اگر حلق کیا تو اُس پر فدیہ لازم ہے۔

اب اس شخص نے ممنوعات احرام کا ارتکاب اگر اس گمان سے کیا کہ وہ اس طرح احرام سے نکل جائے گا تو اس پر ممنوعات کے ارتکاب پر ایک ہی دم لازم آئے گا جیسا کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ کی کتاب ''حیات القلوب فی زیارت المحبوب'' میں مذکور ہے اور اگر وہ جانتا تھا کہ اس طرح وہ احرام سے نہیں نکلے گا حالتِ احرام میں ہمبستری کرنے پر ایک دم لازم آیا اس کے علاوہ اگر اور ممنوعات کا مرتکب ہوا ہوگا اُن کے کفارے

۱۵۳_ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الاحصار، فصل: فی بعث الهدی تحت قوله: ثم أنه لا يحلّ -----إلخ، ص٥٨٨

بھی لازم ہوں گے اور دمِ اِحصار ان کے علاوہ ہے۔

واللّٰہ تعالٰی أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، ستمبر ٢٠١٥م F-992

تاخیر طوافِ زیارت اور حادثہ منیٰ

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ابھی حالیہ منیٰ میں حادثہ کی وجہ سے ہزاروں سے زائد افراد شہید ہوئے اور بیشمار افراد وہ ہیں جو بڑی بڑی تکلیفوں سے دوچار ہوئے کسی کے تو اعضاء ہی بے کار ہوگئے الغرض ایسی حالت کو پہنچ چکے ہیں کہ وہ ایام رمی میں رمی کرنے اور ایام نحر میں طوافِ زیارت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اب جب وہ رمی کے ترک اور روبصحت ہوں گے تو طوافِ زیارت میں تاخیر کرنے سے ان پر دم لازم ہوں گے یا نہیں؟

(السائل: جمیل غوری، کراچی)

باسمه تعالٰی وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں جو شخص وقوفِ عرفہ کے بعد حج کے باقی افعال ادا نہ کرے تو اس پر متعدد دم لازم آتے ہیں اور اُن کا حج طوافِ زیارت ادا کرنے سے مکمل ہو جاتا ہے اور دم کتنے لازم آتے ہیں اس کے بارے میں علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

''فإن منع حتى مضت أيام النحر فعليه أربعة دماءٍ۔'' (١٥٤)

یعنی: حاجی اگر (بقیہ افعال حج کی ادائیگی سے) روک دیا گیا یہاں تک کہ ایام نحر گزر گئے تو اُس پر چار دم لازم ہوں گے۔

ایک وقوفِ مزدلفہ کے ترک، دوسرا ترکِ رمی کا، تیسرا طوافِ زیارت کی تاخیر کا، چوتھا تاخیرِ حلق کا، اور اگر حل میں حلق کروائے تو اُس کا پانچواں دم اور اگر متمتع یا قارن ہے تو ترک ترتیب کی وجہ سے چھٹا دم بھی لازم ہوگا۔

١٥٤_ لُباب المناسك، باب الإحصار ٥٨٦

ترکِ وُقوفِ مزدلفہ: اس کا دم صرف اس شخص پر لازم آتا ہے جو بلا عُذر اس وُقوف کو ترک کرے اور اگر کسی معقول عُذر کی بناء پر یہ وُقوف ترک ہو گیا جیسا کہ مذکورہ بالا مسئلے میں ہے تو ترک کا دم لازم نہ ہو گا چنانچہ ملا علی قاری ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

وانّ ترکه بعذرٍ لایوجب الدم لوقدر المنع بعد إمکانه الوقوف بها فعلیه دم (۱۵۵)

یعنی: اگر اُسے کسی عُذر کی بناء پر ترک کیا تو دم واجب نہ ہو گا، ہاں وُقوفِ مزدلفہ کے امکان کے بعد مانع واقع ہوا ہو تو دم لازم ہو گا۔

ترکِ رمی پر دم لازم آتا ہے ایک یوم کا ترک ہو یا تین ایام کا چنانچہ امام محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

فإن ترکها حتی غابت الشمس من آخر أیام الرّمی سقط عنه الرمی بفوات الوقتِ، لأن معنی القُربۃِ فی الرمی غیر معقول، و إنما عرفناہ قُربۃً بفعلِ رسولٍ ﷺ، و هو إنما رمی فی هذه الأیّام فلا یکون الرمی قُربۃً بعد مُضيّ وقتها، کما لا یکون إراقۃ الدّم قربۃً بعد مُضیّ أیّام النّحر، و إذا لم یکن قُربۃً کان عبثاًفلا یشتغل به، وعلیه دمٌ واحدٌ عندهم جمیعاً، لأن الرمی کلّه نسكٌ واحدٌ وهو واجبٌ فترکه یوجب الجبر بالدّم کما هو مذهَبُنَا فی ترك السعی بین الصفاء و المروۃ، ولایبعد أن یکونَ ترك البعض موجباً للدّم ثم لا یجبُ بترك الکلّ إلا دمٌ واحدٌ کما أن حلق رُبع الرّأس فی غیر أوانه یوجب الدم، ثم حلقُ جمیع الرأس لایوجب إلا دماً واحدًا، وقصرّ أظافر یدٍ واحدۃٍ یوجب الدم، ثم قصرّ الأظافر کلّها لایوجب إلا دماً واحدًا (۱۵۶)

۱۵۵۔ لُبابُ المناسك، باب الإحصار، ص ۵۸۶

۱۵۶۔ المبسوط للسرخسی، کتاب المناسك، باب رمی الجمار، ۲/۴/۵۹

یعنی، پس اگر اُس نے اسی کو ترک کر دیا یہاں تک کہ ایام رمی کے آخری دن کا سورج غروب ہو گیا تو وقت کے فوت ہونے سے اُس پر سے رمی (کا فعل) ساقط ہو گیا کیونکہ رمی میں تو قُربت کے معنی غیر معقول ہیں اور ہم نے اس کا قُربت ہونا رسول ﷺ کے فعل سے جانا ہے وہ صرف ان ایام میں رمی کرنا ہے پس اس کا وقت گزرنے کے بعد رمی قُربت نہ ہوگی جیسا کہ ایام نحر گزرنے کے بعد خون بہانا قُربت نہ ہو گا۔ جب قُربت نہیں ہے تو (یہ فعل) عبث (بے کار) ہو گا جس میں وہ مشغول نہ ہو گا، اور تمام فقہاء کے نزدیک اُس پر ایک دم لازم ہے کیونکہ پوری رمی ایک نُسک ہے اور وہ واجب ہے، پس اُس کا ترک دم کے ساتھ اس کے تدارک کو واجب کرتا ہے جیسا کہ صفاء و مروہ کے مابین سعی کے ترک میں ہمارا یہی مذہب ہے اور اُن کے بعض کے ترک کا موجب دم ہونا بعید نہیں ہے: پھر کُل رمی کے ترک پر نہیں واجب ہوتا اگر ایک ہی دم جیسا کہ چوتھائی سر کو حلق کے وقت کے غیر میں منڈوایا تو یہ وہ دم کو واجب کرتا ہے پھر پورے سر کا حلق نہیں واجب کرتا اگر ایک ہی دم کو اور ایک ہاتھ کے ناخنوں کو کاٹنا دم کو واجب کرتا ہے پھر تمام ناخنوں کو کاٹنا نہیں واجب کرتا مگر ایک ہی دم۔

کیونکہ یہ جنایت ایک ہی جنس سے ہے اس لئے ایک ہی کفارہ لازم آیا چنانچہ ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں کہ قاری نے ''محیط'' کے حوالے سے لکھا کہ:

لأن الجنایات اجتمعت من جنسٍ واحدٍ فتعلّق بها کفارۃٌ واحدۃٌ کما لو لبس قمیصاً و سراویل و قباءً (۱۵۷)

یعنی، کیونکہ ایک ہی جنس کی جنایات جمع ہو گئیں تو اُن کے ساتھ ایک ہی کفارہ متعلق ہو گا جیسے اگر قمیص، شلوار اور قباء پہن لی۔

لیکن مذکورہ افراد سے رمی کا ترک بھی ایک معقول عُذر کی بناء پر ہوا ہے اس لئے اُن پر سے ترکِ رمی کا دم بھی ساقط ہو گا چنانچہ مُلّا علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

۱۵۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، تحت قوله: وجمیع اللباس کلّه إلخ، ص ۴۳۴

وفیہ أیضاً أنہ من الواجبات التی یسقط الدم بترکھا العذر (۱۵۸)

یعنی: اور اسی (منسک کبیر) میں ہے کہ یہ اُن واجبات میں سے ہے کہ جن کا دم عُذر کی وجہ سے ترک کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے۔

اور ایامِ نحر میں حلق یا تقصیر کروانا واجب ہے اور ایامِ نحر گزرنے کے بعد حلق یا تقصیر کرے گا یا طوافِ زیارت کرے گا دونوں کا الگ الگ دم لازم آئے گا چنانچہ امام ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ اور علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

وَمَن أخّر الحلق حتی مضت أیّام فعلیہ دمٌ عند أبی حنیفۃ رحمۃ اللہ، و کذا إذا أخّر طواف زیارۃ و قالا: لاشیٔ علیہ فی الوجھین أی فی تأخیر الحلق و تأخیر الطواف الزیارۃ، و الأصل فی ھذا أن تأخیر النّسك ھل یوجب الدم أم لا؟ فعند أبی حنیفۃ یوجب و عندھما لا (۱۵۹)

یعنی، جس نے حلق کو مؤخر کیا یہاں تک کہ ایامِ نحر گزر گئے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُس پر دم لازم ہے، اسی طرح طوافِ زیارت کو مؤخر کیا (تو اُس پر دم لازم ہوگا) اور صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) فرماتے ہیں دونوں وجوہ میں اس پر کچھ نہیں۔

یعنی، تاخیرِ حلق اور تاخیرِ طوافِ زیارت اصل اُس میں یہ ہے کہ تاخیرِ نُسک دم کو واجب کرتا ہے یا نہیں؟ پس امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب کرتا ہے اور صاحبین کے نزدیک نہیں۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ میں لکھتے ہیں:

أی تجب الشاۃ بتأخیر النسك عن زمانہ فإن الحلق و طواف

۱۵۸۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الاتصار، الثانی عشر، تحت قولہ: الرمی ص۵۸٦

۱۵۹۔ البنایۃ شرح الھدایۃ، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قولہ: لأنّ المتروك فھو الأقلّ، ۳٦٦/٤

الزیارۃ مؤقّتان بأیام النحر فإذا أخرھما عن أیام النحر ترك واجباً فیلزمہ دم و کذا بتأخیر الرمی عن وقتہ کما قدمناہ و ھذا عند أبی حنیفۃ إلخ (۱٦۰)

یعنی، کسی نُسک کو اس کے وقت سے مؤخر کرنے سے دم واجب ہوتا ہے، پس حلق اور طوافِ زیارت ایامِ نحر کے ساتھ مؤقت ہیں، پس جب ان کو ایامِ نحر سے مؤخر کر دیا تو اُس نے ایک واجب کو ترک کر دیا۔ پس اس پر دم لازم آ گیا، اسی طرح اس کو اس کے وقت سے مؤخر کرنا جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا اور یہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے۔

لیکن مذکورہ بالا افراد سے ان دو کا ترک بھی ایک عُذر کی بناء پر ہوا ہے لہٰذا ان کا دم اُن پر لازم نہ آئے گا چنانچہ مُلّا علی قاری تاخیرِ طوافِ زیارت اور تاخیرِ حلق پر لزومِ دم کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وقد عرفت القاعدۃ الکلیۃ: إن ترك الواجب بعذر لا یوجب الدم۔"(۱٦۱)

یعنی: تحقیق تو قاعدہ کلیہ تو پہچانتا ہے کہ واجب اگر کسی عذر کی بناء پر ترک کیا تو دم واجب نہ ہوگا

اور حلق یا تقصیر اگر حِل میں کروائے تو اُس پر بھی دم لازم آتا ہے، ملّا علی قاری علیہ الرحمۃ نے واجبات کے ترک کا ذکر کر کے عذر کی بناء پر سقوطِ دم کا تذکرہ بھی کیا ہے مگر جب حلق یا تقصیر کے حِل میں کرنے کا ذکر کیا تو سقوطِ دم کا ذکر نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ اگر ایسا کیا تو دم ساقط نہ ہوگا باقی رہا قارن یا متمتع سے ترتیب کا فوت ہونا وہ بھی اگر بعذر ہو تو دم ساقط ہو جائے گا چنانچہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

۱٦۰۔ البحر الرائق، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قولہ: إذا أخر الحلق إلخ، ۴۱/۳

۱٦۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الإحصار، الثانی عشر، تحت قولہ: والرمی، ص: ۵۸٦

"وقد عرفت أنه يسقط دمه بعذر إتفاقاً۔ "(١٦٢)

یعنی: تو نے پہچان لیا کہ اس کا دم عذر کی بناء پر بالاتفاق ساقط ہو جائے گا۔

اسی طرح اُن پر ایک دم رہے گا وہ بھی تب جب یہ لوگ حل میں حلق کروائیں تو دم دینا ہوگا لہذا اُن پر طوافِ زیارت کی ادائیگی لازم رہے گی اس کے بغیر اُن کا حج مکمل نہ ہوگا اور وہ احرام میں ہی رہیں گا یہاں تک کہ طوافِ زیارت کر لیں چنانچہ امام ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

ومَن ترك أربعة اشواط بقي محرماً ابداً حتیٰ يطوفها لأن المتروك أكثر فصار كأنه لم يطف أصلاً۔" (١٦٣)

یعنی: جس نے طوافِ زیارت کے چار چکر چھوڑ دیئے اور ہمیشہ احرام میں رہے گا یہاں تک کہ طوافِ زیارت کرے کیونکہ متروک اکثر ہے گویا کہ اصلاً طواف کیا ہی نہیں۔

یاد رہے کہ ان افراد کے حق میں ترکِ رمی اور تاخیرِ طوافِ زیارت وغیرہما کا عذر رہونا صرف اُسی صورت میں ثابت ہوگا جب یہ لوگ واقعی ایامِ رمی میں رمی پر کسی صورت قادر نہ تھے اور ایامِ نحر میں طوافِ زیارت کی واقعی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥م 993-F

عورت عدت میں ہو تو محصرہ کہلائے گی یا نہیں؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ عورت کے حق میں عدت احصار کے لئے عذر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کب؟ حج پر جانے سے قبل یا دورانِ حج؟

(السائل: ایک حاجی مکہ مکرمہ)

١٦٢ـ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، ص: ٥٨٧

١٦٣ـ الهداية، كتاب الحج، باب الجنايات، فصل: ومن طاف طواف القدوم ١ـ٢/١٩٨

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں حج فرض ہو جانے کے بعد حج ادا کرنے کے لیے جو شرائط درکار ہیں ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ حج پر جانے کے زمانے میں عورت عدت میں نہ ہو وہ عدت چاہے طلاق کی ہو یا وفات کی۔

چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی ٨٦١ھ لکھتے ہیں:

وكما يشترط المحرم كذا يشترط عدم العدة۔(١٦٤)

یعنی: جیسا کہ محرم کے لئے شرط ہے اسی طرح عدت میں نہ ہونا حج کی شرائط میں سے ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ٩٩٣ھ اور علامہ ابو الاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ١٠٦٩ھ حج کے وجوبِ ادا کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وعدم قيام العدة (١٦٥)

یعنی، عدت کا نہ ہونا۔

مُلّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

وعدم كونها في العدة۔"(١٦٦)

یعنی: اُس کا عدت میں نہ ہونا۔

اور مُلّا علی قاری دوسری جگہ لکھتے ہیں:

وعدم العدة في حقّها۔"(١٦٧)

یعنی: (شرائطِ ادا کی پانچویں شرط) عورت کے حق میں عدت کا نہ ہونا ہے۔

١٦٤ـ فتح القدير، كتاب الحج، تحت قوله: ويعتبر في المرأة، ٢/٤٢٤

١٦٥ـ لباب المناسك، باب شرائط الحج، النوع الثاني بشرائط الأداء، الشرط الخامس، ص: ٨٠

نور الإيضاح مع مراقي الفلاح، كتاب الحج، ص ٣٦٦

١٦٦ـ لبّ لباب المناسك في ضمن مجموع رسائل للعلة الملا على القاري، ٣/٤٠١

١٦٧ـ بداية السالك في نهاية المسالك في ضمن مجموع رسائل العلة الملا على القاري، الباب الأول في فرائض الحج، تحت قوله: والوقت، ٣/٤٥٨

"لباب المناسك" کی عبارت کے تحت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی من طلاق بائن،أو رجعی أو وفاة أو فسخ۔"(۱٦۸)

یعنی: طلاق بائن یا رجعی یا وفات یا فسخ کی عدت کا نہ ہونا۔"

اور علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ اس کے "حاشیہ" میں لکھتے ہیں:

من طلاق بائن أو رجعی أو وفاة لقوله تعالی ﴿لا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ﴾ (۱٦۹)

یعنی، طلاق بائن یا رجعی یا وفات کی عدت کا نہ ہونا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ "تم عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو"۔

اس سے معلوم ہوا کہ عدت اِحصار کا عذر ہے لہٰذا اگر حج پر جانے سے پہلے شوہر کا انتقال ہوا یا شوہر نے بیوی کو طلاق دی تو اب عدت واجب ہو جانے کے سبب عورت معذور و محصور ہوگی، لہٰذا اس سال عورت پر حج کی ادائیگی فرض نہ ہوگی اور ایک قول کے مطابق حج ہی فرض نہ ہوگا اور پہلا قول اظہر ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور ملا علی قاری لکھتے ہیں:

فلو كانت معتدة عند خروج أهل بلدها لايوجب عليها أی الحج كمافی شرح "المجمع" لابن فرشته: وهو مشعر بأنه شرط الوجوب، وذكر ابن امير الحاج أنه شرط الأداء،وهو الأظهر فی حكم القضاء۔" (۱۷۰)

یعنی: اگر عورت اس کے شہر والوں کے حج کو بھیجنے کے وقت عدت میں تھی تو اس پر حج واجب نہیں جیسا کہ ابن فرشتہ کی شرح "المجمع" میں ہے اس سے

۱٦۸۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط،باب شرائط الحج،النوع الثانی،الشرط الخامس،ص ۸۰

۱٦۹۔ حاشية الطحطاوی، كتاب الحج تحت قوله: عدم قيام العلة، ص ۷۲۸

۱۷۰۔ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط،باب شرائط الحج،النوع الثانی،الشرط الخامس، ص ۸۰

یہ معلوم ہوا کہ یہ وجوب حج کی شرط ہے اور ابن امیر الحاج نے ذکر کیا کہ یہ شرط ادا ہے اور حکم قضاء میں یہی اظہر ہے۔

اور اگر عورت احرام باندھ لے اس کے بعد اس کا شوہر اُسے طلاق دے دے تو اُسے عدت لازم ہو جاتی ہے اور وہ محصرہ ہو جاتی ہے

چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فلو أهلت بالحج فطلقها زوجها ولزمتها العدة صارت محصرة ولو مقيمة أو مسافرة معها محرم (۱۷۱)

یعنی، اگر عورت نے حج کا احرام باندھا پھر شوہر نے اسے طلاق دے دی تو عورت کو عدت لازم ہوگی اور عورت محصرہ بھی ہو جائے گی اگرچہ کہ عورت مقیم ہو یا محرم کے ساتھ سفر پر ہو۔

اور اگر حج پر جانے کے بعد شوہر یا محرم کا انتقال ہوا یا بیوی کو طلاق کی خبر پہنچی تو اب مسافتِ سفر کا اعتبار ہوگا۔ لہٰذا اگر عورت ایسی جگہ پہنچی کہ جہاں سے دونوں جانب مسافتِ سفر یعنی تین دن سے زیادہ کی راہ ہے تو اگر عزت و آبرو کے ساتھ وہاں رہنا میسر ہو تو عورت محصرہ ہو جائے گی اور محرم کے آنے تک وہیں رکنے کا حکم دیا جائے گا۔ اور اگر ایسی جگہ پہنچی کہ جہاں سے مسافتِ سفر کم ہو جیسے جدہ تو اب محصرہ نہ ہوگی لہٰذا اب یہاں سے مکہ مکرمہ چلی جائے اور حج کے بعد وہیں قیام کرے حتی کہ اس کا کوئی محرم اس کو لینے کے لیے وطن سے پہنچ جائے۔

چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فلو أحرمت وليس لها محرم ولا زوج فهی محصرة كما فی "اللباب" و "البحر"، ثم هذا إذا كان بينها و بين مكة مسيرة سفر و بلدها أقلّ منه أو أكثر لكن يمكنها المقام فی موضعها و إلا فَلا إحصار فيما يظهر (۱۷۲)

۱۷۱۔ ردّ المحتار، كتاب الحج، باب الإحصار، ۳/٦

۱۷۲۔ ردّ المحتار، كتاب الحج ،باب الاحصار، ٤/٥

یعنی، پھر اگر عورت نے احرام باندھا اس حال میں کہ اس کا نہ کوئی محرم ہے اور نہ ہی شوہر تو وہ عورت محصرہ ہوگی جیسا کہ (علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی کی) ''لباب المناسک'' اور (علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی کی کتاب) ''بحر الرائق'' میں ہے۔ پھر یہ اس وقت ہے کہ جب عورت اور مکہ مکرمہ کے مابین مسافتِ سفر ہو اور عورت کا شہر مکہ مکرمہ سے کم فاصلے پر ہو یا زیادہ البتہ وہ ایسی جگہ ہو کہ جہاں عورت کے لیے قیام ممکن ہو ورنہ احصار کا حکم نہ ہوگا۔

علماء کرام بعض مسائل میں ضرورت شدیدہ کی بناء پر مذہب غیر کی اتباع کی وقتی اجازت دیتے ہیں، چنانچہ مفتی عبدالواحد قادری لکھتے ہیں: اب چونکہ ہمارے زمانے میں سفرِ حج کے دوران عورت کے محرم یا شوہر کا انتقال ہو جانے یا بیوی کو طلاق ہونے کی صورت میں محارم میں سے کسی کا عورت کے پاس پہنچنا پاسپورٹ، ویزہ، اور ٹکٹ وغیرہ کے مسائل کی بناء پر قدرے آسان نہیں لہٰذا ایسی صورت میں عندالضرورت مذہبِ غیر کی تقلید کی وقتی اجازت مل سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ امام شافعی کے مذہب کے مطابق عورت اپنے قافلے میں معتمد وثقہ عورتوں کو تلاش کرے اور ان کے ساتھ سفر کو جاری رکھے یا پھر وطن واپس آجائے دونوں کا اختیار ہے۔ لیکن اس رخصتِ شرعی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اپنی صوابدید پر کسی عذر کو ضرورت مان کر مذہبِ غیر پر عمل کر لیا جائے۔ شرعی طور پر جب تک ضرورت متحقق نہ ہو مذہبِ غیر پر عمل جائز نہیں اگرچہ کہ مذاہبِ اربعہ برحق ہیں لیکن جو جس مذہب کا مقلد ہے اس پر اسی کی تقلید واجب ہے۔ ملخصاً (۱۷۳)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجۃ ۱۴۳۶ھ، ستمبر ۲۰۱۵م 994-F

۱۷۳۔ فتاویٰ یورپ، کتاب الحج، ص ۳۳۱

مقیم حاجی کے فقیرِ شرعی ہونے کی وجہ سے عیدالاضحی کی قربانی کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں کہ مقیم شخص حج پر گیا اور اس کا مال کراچی میں موجود ہے جہاں خود ہے وہاں پر قربانی کے نصاب تک کا مال نہیں اور نہ ضرورت کے علاوہ اتنا سامان ہے کہ جو بیچ کر قربانی کر سکیں مگر کراچی میں نصاب سے زیادہ مال موجود ہے تو ایسے شخص پر قربانی واجب ہوگی یا نہیں؟

(السائل: محمد شہزاد، کھارادر کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ایسے شخص پر قربانی واجب نہیں ہوگی کیونکہ قربانی کا وقت مخصوص ہے لہٰذا جس کے پاس اُس وقت میں نصاب کی مقدار مال نہ ہو اور نہ ضرورت سے زیادہ مال ہو تو ایسے شخص پر قربانی واجب نہ ہوگی اگرچہ اپنے وطن میں کثیر مال موجود ہو۔

علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ھند کی ایک جماعت لکھتے ہیں:

"ولو كان عليه دين بحيث لو صرف فيه نقص نصابه لا تجب وكذا لو كان له مال غائب لا يصل اليه في أيامه۔" (۱۷۴)

یعنی: اگر اس شخص پر دین ہے کہ اگر اس کے مال کو اس دین کی ادائیگی میں صرف کرے تو نصاب باقی نہیں رہتا تو ایسے شخص پر قربانی واجب نہیں اسی طرح اگر اس کا مال یہاں موجود نہیں ہے اور ایامِ قربانی میں اسے مال وصول نہیں ہوگا تو اُس پر بھی قربانی واجب نہیں ہے۔

قربانی کے واجب نہ ہونے کے متعلق امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

"وكذا لو كان له مال غائب لا يصل اليه في أيام النحر لأنه فقير وقت غيبة المال حتى تحل له الصدقة بخلاف الزكاة فانها تجب

۱۷۴۔ الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الاضحیۃ، الباب الأول فی تفسیرھا۔۔۔ الخ، ۵/۲۹۲

علیہ لأن جمیع العمر وقت الزکاۃ وهذه قربة موقتة فیعتبر الغنی فی وقتها۔"(۱۷۵)

یعنی: اگر اس کا مال یہاں موجود نہیں ہے اور ایامِ قربانی میں اس کے پاس مال وصول نہیں ہوگا تو اس پر بھی قربانی واجب نہیں ہے۔ کیونکہ مال یہاں موجود نہ ہونے کی وجہ سے فقیر ہے یہاں تک کہ اس کے لیے صدقہ واجبہ لینا حلال ہے بخلاف زکوۃ کی ادائیگی کہ اس پر واجب ہے کیونکہ زکوۃ کا وقت عمر بھر ہے اور یہ قربانی قربتِ موقت ہے تو اسی وقت میں غنی ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔

امام برھان الدین محمود بن صدر الشریعۃ حنفی متوفی ۵۵۱ھ لکھتے ہیں:

وأما ابن السبیل: فهو المنقطع عن ماله، ویجوز الدفع الیه، وان کان له مال کثیر فی وطنه، لأنه غنی باعتبار ملك الرقبة فقیر باعتبار الید، فلغناه وأوجبنا علیه الزکاۃ، ولفقره أبحناه له الصدقة" (۱۷۶)

یعنی: ''اور ابنِ سبیل سے مراد یہ ہے کہ جو اپنے مال سے منقطع ہو تو ایسے کو زکوۃ دینا جائز ہے اگرچہ اس کا مال اس کے وطن میں کثیر ہو کیونکہ رقبہ کی ملک کے اعتبار سے غنی ہے اور فی الحال فقیر ہے، ہم نے اس پر غنی ہونے کے اعتبار سے اس پر زکوۃ واجب قرار دی ہے اور فقیر ہونے کی وجہ سے اس کے لیے صدقہ (واجبہ) لینا مباح قرار دیا ہے۔

صدر الشریعہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ حنفی متوفی: ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

''اور اگر اس کا مال یہاں موجود نہیں ہے اور ایامِ قربانی گزرنے کے بعد وہ مال اوسے وصول ہوگا تو قربانی واجب نہیں۔'' (۱۷۷)

۱۷۵۔ بدائع الصنائع، کتاب التضحیة، فصل: وأما شرائط الوجوب ۹۶/۵

۱۷۶۔ محیط البرهانی، کتاب الزکاۃ، الفصل الثامن: من یوضع فیه الزکاۃ ۲۱۱/۳

۱۷۷۔ بہارِ شریعت، اضحیہ یعنی قربانی کا بیان، مسئلہ نمبر: ۳۰۸، ۳۳۳/۳

لہٰذا وہ حاجی کہ جو اپنے وطن میں مالدار ہو اور سفرِ حج میں فقیر ہو جائے اور وہ ایامِ قربانی میں مقیم بھی ہو تو اُس پر عید الاضحی کی قربانی واجب نہیں ہوگی۔

والله تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱٤۳٦ھ، ستمبر ۲۰۱۵م 995-F

تمتع

آفاقی شہرِ حج میں عمرہ ادا کر کے اقامت کی نیت کر لے تو تمتع کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص حج کے مہینوں میں آفاق سے عمرہ کا احرام باندھ کر آتا ہے اور عمرہ ادا کرتا ہے پھر مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت کر لیتا ہے جب وہ مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گیا تو وہ مکی کے حکم میں ہو گیا تو اسی سال وہ حج بھی کرتا ہے تو اُسے متمتع قرار پاتا ہے اور اس کا جو تمتع درست بھی ہوتا ہے حالانکہ یہ مکی کے حکم میں ہے جبکہ مکی کے لئے حج تمتع ممنوع ہے اس کی کیا وجہ ہے کہ اس کے لئے تمتع جائز ہوا اور مکی کے لئے ممنوع؟

(السائل: محمد محبوب جیلانی، کھارادر، کراچی)

باسمہ تعالٰی وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں حکماً مکی کے جملہ مسائل میں حقیقی مکی کی مثل نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو یقیناً اُسے بھی حج تمتع ممنوع ہوتا حالانکہ اِس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ ہاں یہی آفاقی اگر مکہ مکرمہ کو اپنا وطن بنا لے تو اُسے بھی حج تمتع ممنوع ہو گا کیونکہ مقیم ہونے اور وطن بنانے میں فرق ہے۔ چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

> ولا مرية في تفاوت الحكم بين الإقامة والإستيطان." (١٧٨)
>
> یعنی: اقامت اور استیطان (وطن بنانے) کے حکم میں تفاوت میں کوئی شک نہیں ہے۔

١٧٨۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب التمتع، تحت قوله: بالمنع، ص ٣٨٥

اس لئے آفاقی کے لئے تمتع کا جواز مکہ مکرمہ کو وطن نہ بنانے کے ساتھ مقید ہے۔ چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

> لأن جواز التمتع للآفاقي مقيد بعدم الإستيطان لا بعدم الإقامة." (١٧٩)
>
> یعنی: آفاقی کے لئے جوازِ تمتع عدم استیطان کے ساتھ مقید ہے نہ کہ عدمِ اقامت کے ساتھ۔

آفاقی کے لئے تمتع تب جائز ہو گا جب وہ مکہ مکرمہ کو وطن نہ بنائے اور اقامت کی نیت کرنے سے تمتع کا عدمِ جواز ثابت نہ ہو گا۔

واللّٰہ تعالٰی أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥م 996-F

١٧٩۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب التمتع، تحت قوله: بالمنع، ص ٣٨٥